ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۵ مئی ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

پچیس (۲۵) پیسے

مرثیہ بر وفاتِ حسرت آیات حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

کیپٹن منظور حسن ایم اے۔ گوجرانوالہ۔ مُرید آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ

مہبطِ روح الامینؑ کا مدح خواں جاتا رہا — دولتِ دنیا و دیں کا پاسباں جاتا رہا
وہ حدیثِ مصطفٰےؐ کا شارحِ صاحب نظر — وہ کلامِ کبریا کا ترجماں جاتا رہا
ماحیِ آثارِ بدعت ناشرِ حکمِ رسولؐ — قبلۂ دیں مقتدائے کاملاں جاتا رہا
واقفِ رمزِ شریعت سیدی احمد علیؒ — مردِ حق آگاہ پیرِ نکتہ داں جاتا رہا
شبلیؒ دوراں جنیدِؒ عصر رخصت ہو گیا — بوسعیدؒ و بوالحسنؒ کا رازداں جاتا رہا
قوم کا سرمایۂ عزّ و نشاں کھویا گیا — فخرِ پاک و نازشِ ہندوستاں جاتا رہا
بند سرچشمہ ہوا صد حیف فیض و فضل کا — قبلہ گاہِ مرجعِ صاحبدلاں جاتا رہا
چھپ گیا کن بادلوں میں آفتابِ راستی — فقر و زہد و صدق و ایماں کا نشاں جاتا رہا
دیر سے فردوس کی حوریں تھیں جس کی منتظر — آج وہ خلد آشیاں جنّت مکاں جاتا رہا
چھین کر ہم سے یکایک لے گئے اس نور کو — آج سے تو اعتبارِ قدسیاں جاتا رہا
تھا مربی جو دلِ عصیاں طلب کا اُٹھ گیا — ہم گنہگاروں پہ تھا جو مہرباں جاتا رہا
ہے سرشکِ چشمِ ہمراہاں سے صحرا لالہ زار — کارواں گم سُم ہے میرِ کارواں جاتا رہا
کون دکھلائے گا اب ہم کو صراطِ مستقیم — رہبرِ حق رہنمائے عاصیاں جاتا رہا
ملّتِ بیضا پہ پیہم نور برسائے گا کون — ابرِ رحمت تھا جو اُس پر دُرفشاں جاتا رہا
لے گئی اُس کو بٹھا کر دوش پر شاید صبا — وُہ گلِ صد برگِ گلزارِ جناں جاتا رہا
اُسوۂ پاکِ رسول اللہؐ پر جاں سے نثار — وہ امامِ وقت وہ قطبِ زماں جاتا رہا
اُس کی گردِ راہ کے ذرّوں سے انجم مستنیر — عِلم کا وہ شہسوارِ خوش عناں جاتا رہا
مل گئے خدّامِ مخلص اُس کو ہر اُس شہر سے — بہرِ ارشاد و ہدایت وہ یہاں جاتا رہا
انجمن کی انجمن افسردہ و خاموش ہے — نیّرِ تاباں فروغِ خاوراں جاتا رہا
ہو گئے محروم ہم اُس کی عطائے خیر سے — قاسمِ اموالِ گنجِ شائیگاں جاتا رہا
اب کسے ہوگا مِری اصلاحِ باطن کا خیال — وُہ طبیبِ جملہ علّت ہائے جاں جاتا رہا
تھا توجّہ سے تری حاصل سکونِ دل مجھے — تُو گیا کیا دل کا سب امن و اماں جاتا رہا
تُو نے بخشی وہ محبت سینۂ منظور کو — جس کی دولت سے خیالِ این و آں جاتا رہا

مِل گیا ان قافیوں میں سے ہی سالِ ارتحال
قافلہ کا آج امیرِ کارواں جاتا رہا

۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۸ | ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۹۶۲ء | شمارہ ۳

اداریہ

حالیہ انتخابات میں حکومت کی پوری غیر جانبداری اور مزید احتیاط کی ضرورت

موجودہ انتخابات اور ان کے لئے وضع کردہ طریق کار پر بعض حلقوں کو اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ بعض احباب بلاواسطہ عوامی انتخاب ہی کو جمہوریت کی روح قرار دیتے ہیں۔ لیکن جہاں تک دین حق کا تعلق ہے وہ جمہوریت جس میں "بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا" سراسر تعلیمات اسلامی کے خلاف ہے۔ اسلام مسلّمہ صداقتوں اور تسلیم شدہ حقائق کا مبلغ ہے۔ اس کے نزدیک اخلاق و ضوابط کی قدر و قیمت گم کردہ راہ اکثریت سے کہیں زیادہ وقیع ہے۔

موجودہ بنیادی جمہوریتوں کے طریق کار میں معمولی سا ردّ و بدل کر لیا جائے تو کسی حد تک اسلامی تقاضوں کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ اسلام ارباب حل و عقد اور اہل شوریٰ کے وجود کو تسلیم کرتا ہے اور حکومت کو مشاورت کا پابند کرتا ہے ساتھ ہی اگر عوامی نمائندے بھی مجلس شوریٰ کے لئے اپنے نمائندے منتخب کر لیں تو اسے بھی مقصدِ اصلی کے منافی قرار نہیں دیتا لیکن امیدواروں کے لئے کچھ اخلاقی ضابطے اپنے اندر ضرور رکھتا ہے ــــ وہ ممبروں پر چند دینی اور اخلاقی قیود عائد کرتا ہے۔ تاکہ ان کے منتخب کردہ افراد بھی بلند کردار، دیانتدار اور ملک و قوم کے بہی خواہ اور سب سے بڑھ کر خدا کے فرمانبردار ہوں اور اپنے آپ کو احکم الحاکمین کے سامنے جوابدہ سمجھتے ہوں ــــ

موجودہ الیکشن میں بعض عوامی نمائندوں نے اپنے رائے دہندوں کی صاف و صریح رائے کے خلاف ووٹ دے کر ان کے اعتماد کو بری طرح مجروح کیا ہے۔

بہرحال اسے ان کی بد دیانتی سے ہی تعبیر کیا جا سکتا ہے ــــ اگر آئندہ انتخابات میں ممبروں کے انتخاب کے لئے ارکان اسلام کی پابندی، دیانتداری اور علم و عمل کے سلسلہ میں مناسب شرائط عائد کر دی جائیں تو بڑی حد تک یہ نقص رفع ہو سکتا ہے ــــ اسی طرح اسمبلی کے امیدواروں کے لئے بھی کچھ قیود اسی قسم کی اگر لگا دی جائیں تو معاملہ بہت صاف ہو جائے گا۔

اگر ایک وزیر ممبران اسمبلی کا نمائندہ ہو کر بھی عوام کا ہی نمائندہ رہتا ہے تو بنیادی جمہوریتوں کے ارکان کے منتخب کردہ اصحاب بھی قطعی طور پر عوامی نمائندے کہلانے کے مستحق ہیں۔ لیکن حکومت سے لغزش صرف ممبروں کی صلاحیتِ کار کا معیار مقرر کرنے میں ہوئی ہے ــــ تاہم جہاں حکومت نے جمہوریت کی یہ نئی شکل تجویز کر کے عجیب و غریب جدت کا ثبوت دیا ہے وہاں اس نے نمائندہ اسمبلی کے انتخاب میں بیشتر سہولتیں بھی مہیا کی ہیں۔ خاص طور پر عوامی انتخابات میں زنانہ پولنگ کی ہلڑ بازی، بے حیائی اور بد دیانتی کے خطرناک اقدامات کا خاتمہ بہت بڑی اصلاح ہے۔

مزید براں یہ بات کہ پہلی حکومتیں باوجود متعدد اعلانات کے غیر جانبدار نہیں رہ سکی تھیں۔ اور پولنگ میں مختلف طریقوں سے بد دیانتی ہوتی رہتی تھی۔ اس مرتبہ یہ بدعنوانی دیکھنے میں نہیں آئی۔ اور اگر کہیں کوئی ایسی صورتِ حال پیش بھی آئی ہے تو آٹے میں نمک کے برابر۔ حالیہ انتخابات میں نہ تو بیلٹ پیپر (ووٹ کی پرچی) باہر لائے جا سکتے تھے نہ ووٹ کا راز کھل سکتا تھا اور نتیجۃً سرکاری افسر اس معاملہ میں بدعنوانی کے مواقع سے محروم تھے ــــ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے یہ ماننا پڑتا ہے کہ الیکشن غیر جانبدارانہ ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے اس میں بہت سے ایسے افراد منتخب ہو گئے ہیں کہ جن کا دھاندلی کی صورت میں کامیاب ہونا ناممکنات میں سے تھا ــــ اگر ان انتخابات میں بڑے بڑے لوگوں کے جرگے، زنانہ جرگے اور ووٹروں کی جھولیوں میں قرآن ڈال کر درخواست کرنے کا طریق بھی ختم کر دیا جاتا تو پھر یہ انتخاب اپنی قسم کا واحد اور مثالی انتخاب ہوتا۔

ہمیں یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ حکومت نے اعلان کیا تھا کہ یہ انتخابات جماعتی لائنوں پر لڑنے کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی ــــ مگر بعض جماعتوں نے اس پابندی کے باوجود اپنی جماعتوں کے نام اچھالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہمارے خیال میں یہ حکومت کے فیصلہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ اور جماعتوں کو اچھالنے کی کوشش کے مرادف ــــ الحمد للہ محترم گورنر صاحب مغربی پاکستان نے بروقت اس غلطی کو بھانپ لیا اور واضح اعلان کر دیا کہ وزارت کسی گروپ کی بنیاد پر نہیں بنائی جائے گی بلکہ حکومت اپنی صوابدید کے مطابق اہل لوگوں کا انتخاب کرے گی۔

(باقی صفحہ پر)

جلسۂ تقسیم اسناد

کی تقریب پر

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی تقریر

۲۸ اپریل کی شب نماز عشاء کے بعد جامع شیرانوالہ لاہور میں دورۂ تفسیر کے کامیاب طلبار کا جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔ یہ دورۂ تفسیر قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے معمول کے مطابق رمضان المبارک میں شروع کرایا تھا۔ چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس کی تکمیل جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے ہاتھوں ہوئی —— اسناد فخر الاماثل حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی اور حافظ الحدیث یادگار سلف حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے تقسیم کیں۔ باوجودیکہ جلسہ کا اہتمام ہر دو حضرات مذکورۃ الصدر کی موجودگی سے فائدہ اٹھانے کے لئے نہایت عجلت میں کیا گیا اور کوئی خبر وغیرہ بھی اخبارات میں باقاعدہ شائع نہ کرائی جا سکی۔ لوگ پروانہ وار جوق در جوق مقناطیسی جذب کے ساتھ کھنچے چلے آرہے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کی وسعتیں حاضرین پر تنگ ہوتی نظر آنے لگیں۔ اور مسجد کے اندر اور باہر تل دھرنے کو بھی جگہ باقی نہ رہی ——

اس موقع پر ہر دو اکابر نے علم و معارف کے دریا بہائے اور حاضرین کو اپنے روح پرور مواعظ سے مستفیض فرمایا۔ بدقسمتی سے حضرت درخواستی مدظلہ العالی کی تقریر نقل نہ کی جا سکی اس کے شائع نہ ہونے کا ہمیں سخت افسوس ہے اور بڑے ادب سے ہم معذرت خواہ ہیں —— حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کی تقریر من و عن ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ لیکن تقریر کی طوالت اور صفحات کی تنگ دامانی کے سبب سے پہلی قسط پیش کی جا رہی ہے (ادارہ تقریر نقل کرنے کے سلسلے میں برادرم رشید صاحب اور محترم غلام دستگیر صاحب (پروپرائٹر لاہور میڈیسن مسلم مسجد لاہور) کا نہایت ممنون ہے۔ کہ اول الذکر نے ہمیں ٹیپ ریکارڈر سے تقریر نقل کرنے کی فراخدلانہ اجازت مرحمت فرمائی اور مؤخر الذکر نے اپنی دوکان میں بیٹھ کر تقریر کو ورطۂ تحریر میں لانے کا شرف بخشا —— اللہ ہر دو حضرات کو جزائے خیر دے کہ تقریر کی اشاعت میں ان کا بھی حصہ ہے۔

(ادارہ)

بزرگان محترم!

اس جلسہ کے موضوع کے سلسلہ میں جتنا وقت نصیحت کا تھا وہ حضرت مولانا درخواستی فرما چکے ہیں۔ اب اس پر کسی اضافے کی ضرورت نہیں۔ دراصل میرا مقصد بھی اس وقت کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنا نہیں ہے —— بلکہ سرے ہی سے تقریر کرنا مقصود نہیں تھا —— محض تبرکاً اس جلسہ کی شرکت اور سعادت حاصل کرنا مقصود تھی۔ ہمارے محترم بھائی مولانا عبید اللہ انور نے تو فرما ہی دیا تھا فون پر —— کہ تقریر کرانا مقصود نہیں ہے۔ صرف جلسہ کی شرکت مقصود ہے۔ کوئی اجبار اور اکراہ نہیں ہوگا —— تو اس لئے تقریر نہ ضروری ہے اور نہ ضرورت ہی باقی رہی ہے۔ اس لئے کہ تقریر آپ سن چکے —— لیکن چونکہ بار بار اعلان کیا گیا تھا۔ اس لئے بہرحال اعلان کے احترام میں چند کلمات عرض کر دینے مناسب معلوم ہوئے۔

یہ جلسہ تقسیم اسناد کے سلسلے میں تھا —— حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمول کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر شروع کرائی لیکن وہ درمیان میں رہ گئی۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت کے صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور نے اس کی تکمیل فرمائی اور اس کی تکمیل پر یہ سندیں طلبار کو دی گئیں یہ سند کا دیا جانا بالکل ایسا ہے جیسا کہ جب کوئی چیز حدِ کمال کو پہنچ جاتی ہے اور بالغ ہو جاتی ہے تو قدرتی طور پر کچھ علامتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے اس کا بلوغ اور اس کا کمال عام طور سے محسوس ہونے لگتا ہے —— آدمی جب جوان ہوتا ہے۔ پندرہ سال کی اس کی عمر ہو گئی تو قدرتی طور پر کچھ علامتیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جوان ہو گیا ہے —— کچھ چہرہ چوڑا چکلا ہو جاتا ہے، قدوقامت کچھ اونچا ہو جاتا ہے۔ مسیں بھیگنے لگتی ہیں، چہرہ پر خط نمودار ہوتا ہے ——

ان علامتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ بالغ ہو گیا —— اور بالغ ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اب اس کی نسل چل سکتی ہے آئندہ —— اور اس کی شاخیں بڑھ جائیں گی —— یہ اس درجہ پر پہنچ چکا ہے کہ نسل چل جائے گی اس کی —— تو ان علامتوں کو دیکھ کر اس کے بلوغ کو سمجھتے ہیں —— اور بلوغ کا یقین کرنے کے بعد تزویج کی نوبت آتی ہے اور تزویج کے بعد نسل چلنے لگتی ہے۔ یہی سلسلہ چلا آتا ہے اوپر سے اور چلتا جائے گا —— اسی طرح سے ایک طالب علم قرآن و حدیث پڑھ لینے کے بعد جب اس کی استعداد مکمل ہو جاتی ہے اور وہ حدِ بلوغ کو پہنچ جاتا ہے تو اساتذہ کی طرف سے کچھ علامتیں دی جاتی ہیں جن سے سمجھ میں آ جائے کہ اب یہ بالغ ہو گیا ہے اور اس کی استعداد مکمل ہو گئی ہے ——

حضرات صوفیاء قدس اللہ اسرارھم کے ہاں خرقہ دیا جاتا تھا —— پگڑی دی

جاتی تھی۔ اور علامت کے طور پر کوئی کپڑا وغیرہ دیا جاتا تھا۔۔ حضرات علماء کرام کے ہاں فارغ التحصیل کی دستاربندی کی جاتی ہے۔۔ عمامہ باندھتے ہیں۔۔ سند دیتے ہیں۔۔ تو یہ سند اور دستار فی الحقیقت بلوغ کی علامت ہے۔ کہ استعداد کامل ہو گئی۔۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آدمی عالم بن گیا پورا۔۔ بلکہ علم کی استعداد پیدا ہو گئی کہ اب اگر وہ بڑھانا چاہے علم کو۔۔ تو خود اپنی قوت باطن سے بڑھا سکتا ہے۔۔ اب تک کلیتہً محتاج تھا اپنے استاد کا۔۔ ایک ایک سطر میں اور ایک ایک کلمہ میں۔۔ لیکن استعداد کی تکمیل کے بعد خود بھی اپنے قوت مطالعہ سے وہ علم حاصل کر سکتا ہے۔۔ بڑھا سکتا ہے۔۔ اور اس درجہ کا ہے کہ اگر وہ کتاب پڑھانے کے لئے بیٹھ جائے تو دوسروں کو بھی اپنے جیسا بنا سکتا ہے۔۔ گویا اس کی علمی نسل چل سکتی ہے آئندہ۔۔ اس کی ذریت پیدا ہو سکتی ہے۔۔ تو جس طرح سے مرد کے بلوغ کی علامتیں ہوتی ہیں۔۔ ان علامتوں کو دیکھ کر زوجیت اور تزویج کر دیتے ہیں تاکہ نسل چلے۔۔ اسی طرح سے سند، خرقہ، عمامہ اور دستار دینا ۔۔ علامت ہے علمی طور پر بلوغ کی۔۔ کہ اب اگر کتاب سے اس کی شادی کر دی جائے اور سامنے اس کے وہ بٹھلا دیا جائے تو اس کی نسل چل پڑے گی۔۔ اس کی ذریت پیدا ہو جائے گی۔۔ اس کا علمی کمال آگے بڑھ جائے گا۔۔ اس واسطے یہ سندیں دی جاتی ہیں۔۔ یہ علامت ہوتی ہے شہادت ہوتی ہے۔۔

تو یہ شہادت درحقیقت تکمیل علم کی شہادت نہیں ہے۔ تکمیل استعداد کی شہادت ہے۔ علم کا مقام تو اب آتا ہے طالب علم کے لئے۔۔ کہ وہ آگے بڑھے ۔۔ استعداد ہو گئی سمجھنے کی اس میں۔۔ تو بہرحال یہ استعداد کی شہادت ہے۔ کس چیز میں استعداد؟ اللہ کے کلام کے سمجھنے کی استعداد۔۔ گویا استادوں نے شہادت دی سند کے اوپر کہ اب اگر یہ کتاب اللہ کو دیکھے گا۔ تو اس کے مزاج اس کے مضامین اس کی مرادات کو سمجھنے کی استعداد ہو گئی اس میں۔۔ صلاحیت پیدا ہو گئی اس کی۔۔ سمجھنا چاہیے تو سمجھ لے گا۔۔ تو قرآن کریم کے سمجھنے کی استعداد کی یہ علامت تھی۔۔ شہادت تھی اساتذہ کی طرف سے

قرآن کریم فی الحقیقت معجزہ ہے۔ یعنی کلام خداوندی ہے۔ کلام بشری نہیں ۔۔ زبان اور قلب پر ظاہر ہوا۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔۔ لیکن کلام اللہ کا ہے۔۔

معجزہ کہتے ہی اس کو ہیں کہ مخلوق کو عاجز کر دے۔۔ مخلوق سپر ڈال دے اپنے عجز کا اعتراف کرے۔ کہ ہم میں سکت نہیں ہے اس کے بنانے کی۔۔ وہی معجزہ ہے۔ تو بعض معجزات تکوینی ہیں بعض تشریعی۔۔ یہ آسمان زمین یہ سب معجزات ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ شانہ نے ان کو بنایا۔۔ گویا ہر انسان جانتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں۔۔ اس لئے کہ اگر ساری دنیا کے انسان جمع ہو جائیں اور چاہیں کہ سورج کی ایک کرن بنا دیں۔ تو ناممکن ہے، ان کے بس میں نہیں۔۔ سورج تو پھر ہزاروں لاکھوں میل اوپر ہے۔۔ اس زمین کا ایک ذرہ نہیں بنا سکتے سارے انسان مل کر۔۔ جس میں صلاحیتیں ہوں اگانے کی۔ وہ قوتیں ہوں جو مٹی کے اندر اللہ نے رکھی ہیں۔۔ کام تو لے سکتے ہیں اس سے۔۔ سورج کی کرنوں کو بھی استعمال کر سکتے ہیں۔۔ لیکن بنا نہیں سکتے نہ سورج کو نہ زمین کو۔۔ تو نہ بنا سکنا عجز کا اقرار ہو گا۔۔ یہ دلیل اس بات کی ہوتی ہے۔ کہ فعل خدا کا ہے کسی بشر کا نہیں۔۔ وہی بنا سکتا ہے دوسرا نہیں بنا سکتا

اسی طرح سے کلام کے سلسلے میں جب اس درجہ کا کلام ہو کہ سارے بشر مل کر اس کی نظیر نہ لا سکیں تو علامت ہو گی اس کی کہ یہ خدا کا کلام ہے، بشر نہیں بنا سکتا اس کو۔۔ اور اس کی ایک کھلی ہوئی وجہ یہ ہے کہ جس قدر بھی صفات ہیں۔۔ جس قدر بھی کمالات ہیں جو انسان کو عطا کئے گئے ہیں۔۔ تو ان میں ایک حد ایسی ضرور نکلتی ہے کہ وہاں پہنچ کر انسان عاجز ہو جاتا ہے ۔۔ مثلاً علم ہے۔۔ علم آپ کو دس نسلوں کا ہو گا، سو کا ہو گا، ہزار کا ہو گا دس ہزار نسلوں کا علم ہو گا اس کے بعد جا کر کے عجز کی حد آجاتی ہے۔ کہ اب یہاں انسان عاجز ہے۔۔ قدرت ہے آپ کی۔۔ آپ اس چوکی کو اٹھا سکتے ہیں، لاؤڈ سپیکر کو اٹھا سکتے ہیں۔۔ لیکن اگر کہا جائے کہ اس مسجد کو اٹھا لیں۔ تو آپ کہیں گے ہماری کوئی ہستی نہیں۔۔ تو قدرت کی ایک حد آگئی۔۔ آگے اب عجز شروع ہو گیا۔۔ تو آپ کی قدرت محدود ہے اور محدود ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک حد کے اندر اندر ہے۔ حد سے باہر قدرت کا خاتمہ ہے پھر اگر وہ قدرت شروع ہو جائے۔۔ علم محدود ہے۔ ایک خاص دائرہ کے اندر آپ کا علم ہے۔ اس دائرہ سے باہر ہوں تو عدم علم کی حد آ جائے گی جس کو جہل کہتے ہیں۔ تو حد کے اندر علم اور باقی جہل ہی جہل ہے۔ اسی طرح سے مثلاً آپ کی سمع ہے۔ سننے کی طاقت۔۔ آپ ایک فرلانگ کی بات سن لیں گے۔ دو فرلانگ کی۔۔ میل بھر کی ہزار میل کی اور یہ بھی مان لینا کہ ریڈیو کے ذریعہ مشرق کی بات مغرب میں سن لیں آپ۔۔ لیکن اس کے بعد آسمانوں کی آوازیں آپ کے کانوں میں نہیں آتیں۔۔ وہاں سے آگے پھر عدم سمع شروع ہو جاتا ہے۔۔ تو معلوم ہوا سمع کی ایک حد ہے جہاں سے آگے چل کر عدم سمع ہے۔ جسے بہرا پن کہتے ہیں۔۔ بصر ہے آپ کی۔۔ آپ دن میں تارے دیکھ لیں اتنے قوی البصر ہوں۔ لیکن اس کے آگے تم نہیں دیکھ سکتے تو بصر کی بھی ایک حد نکلی اس کے بعد پھر عجز ہے۔ جس کو عدم بصر کہتے ہیں۔ یعنی پھر اندھا پن۔۔

تو جس قدر بھی آپ کی صفات ہیں ایک حد کے اندر محدود ہیں۔ علم بھی، قدرت بھی، سمع بھی، بصر بھی حتیٰ کہ حیات بھی یہ تو سب حیات کے کرشمے ہیں۔ زندہ ہو گا آدمی تو سمع بھی ہو گی۔ بصر بھی ہو گی۔ اور جو زندہ ہی نہیں تو نہ سمع نہ بصر۔۔

خود حیات آپ کی محدود ہے۔۔ دس برس، بیس برس، پچاس برس کے زمانے کے اندر اندر محدود۔۔ اس سے پہلے بھی نہیں اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ نہ ہو۔ تو دو حدوں کے بیچ آپ کی حیات ہے پھر عدم الحیات۔۔ تو آپ کی ذات سے لے کر صفات

تک تمام چیزیں محدود ہیں حدود کے اندر ـــــ اور جب وہ حد آتی ہے تو آگے عجز ظاہر ہوتا ہے۔

یہی صورت کلام کی بھی ہے ـــ آپ کلام کریں بہت فصیح، بہت بلیغ، سحبان الہند بن جائیں ـــ افصح العرب بن جائیں لیکن بہرحال ایک حد پر آکر آپ کا کلام اور فصاحت ختم ہو جائے گی ـــ وہاں آپ کو عجز کا اقرار کرنا پڑے گا ـــ آگے جو حد آتی ہے فصاحت کی وہ خدائی حد ہے ـــ وہیں سے بندہ جو ہے عاجز ہو جاتا ہے ـــ اُس کے آگے حد شروع ہوتی ہے کہ جو بلا واسطہ حق تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہے کہ جیسی فصاحت، جیسی بلاغت وہ فرما سکتے ہیں اپنے کلام میں ـــ اور جن حقائق کو حق تعالیٰ ادا کر سکتے ہیں بشر وہاں عاجز رہ جاتا ہے

یہ انبیاء علیہم السلام کا کمال ہے کہ بڑی سے بڑی دقیق حقیقتوں کو سہل عنوان سے ادا فرما دیتے ہیں ـــ اس کے باوجود انبیاء کی عاجزی اور حد ختم ہو جانے کے بعد خدائی حد شروع ہوتی ہے ـــ تو بہرحال اسی حدِ اعجاز کا نام وہ انتہائی فصاحت و بلاغت ہے ـــ جو خدائی حد ہے ـــ یہی حقیقت ہے قرآن کریم کی کہ قرآن عزیز کلام خداوندی ہے ـــ افصح ہے، ابلغ ہے اس حد پر کہ سارے بشر وہاں پہنچ کر عاجز ہو جاتے ہیں ـــ نہ اس جیسا کلام لا سکتے ہیں نہ ان کو قدرت ہے ـــ

جیسے سب چیزوں میں سمع میں، بصر میں ـــ حد نکلتی ہے اعجاز کی ـــ اسی طرح کلام میں ایک حد نکلتی ہے اعجاز کی ـــ وہاں بشر کی حد ختم ہو جاتی ہے ـــ تو بہرحال قرآن کریم معجزہ ہوا ـــ

(باقی اگلے شمارے میں)

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان

سالانہ: گیارہ روپے ششماہی: چھ روپے

سہ ماہی: تین روپے فی پرچہ: ۲۵ پیسے

ایران، کویت، سعودی عرب، ہانگ کانگ، افریقہ، ملایا، امریکہ، انگلینڈ۔

سالانہ: عام ڈاک سے ۱۸ روپے ۷۰ پیسے، ہوائی ڈاک سے: چوتی روپے

ان ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کے لئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا

نصیحت

خرچ کرنا ہو تو اپنی جیب میں زر دیکھ لے
پاؤں پھیلانے سے پہلے اپنی چادر دیکھ لے

بے ضرورت ایک پیسہ بھی نہ ہاتھوں سے نکال
وقت پہ کام آئے گا تو پاس رکھ کر دیکھ لے

بے زری جیسی نہیں زیرِ فلک کوئی بلا
حال کیا ہوتا ہے ہر مفلس کا ابتر دیکھ لے

مال کی کثرت اگر منظور ہو خیرات کر
ایک کے دنیا میں دس عقبیٰ میں ستر دیکھ لے

اس کا لینا بھی برا ہے اس کا دینا بھی برا
سود لے کر آزما لے سود دے کر دیکھ لے

زندگانی آدمی کی اس سے ہو جاتی ہے تلخ
جو نہ مانے قرض کے پھندے میں پھنس کر دیکھ لے

سیکھ ہر حالت میں رہ کر تو قناعت کے اصول
تنگدستی میں بھی وہ پھر عیش کا گھر دیکھ لے

تجھ کو ہو شادی رچانی بیٹے بیٹی کی اگر
بک نہ جائیں گھر کے برتن اپنا زیور دیکھ لے

بھول کر بھی ہو نہ پابندِ رسوماتِ قدیم
ہو گئے اس میں کئی مفلس تونگر دیکھ لے

خرچ احسن ہے نہ کنجوسی ہی اچھی چیز ہے
درمیانی چال چل راحت کا منظر دیکھ لے

چوہدری ضیا محمد احسن
تھانہ شاہ غریب

نقد و نظر

حافظ۔ن۔م انور

سیرت امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

مؤلفہ۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری
صفحات۔ ۴۶۶
کاغذ سفید و گلیز۔
سائز۔ $\frac{۲۰-۳۰}{۱۶}$ کتابت و طباعت عمدہ
سرورق۔ رنگدار خوبصورت
قیمت۔ پانچ روپے
ملنے کے پتے۔ (۱) دارالتصنیف والاشاعت قدیر آباد ملتان
(۲) ۱۴۱۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب کی ذات گرامی علمی، دینی اور تبلیغی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ جید عالم دین اور صاحب طرز مقرر ہونے کے علاوہ ایک بہترین مصنف ہیں۔ آپ کا دل عشق رسول اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت سے کلیتًا لبریز ہے۔ اور آپ اس موضوع پر پچھ کتابیں لکھ کر دینی حلقوں میں نام پیدا کر چکے ہیں۔

اہل حق کی تنظیم و تعمیر، بشریت النبیؐ، سیرت امیر معاویہؓ اور الاصحاب فی الکتاب اسی سلسلے کی بے نظیر کڑیاں ہیں۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ کتابیں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئیں۔ اور عشاق نے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے

اب آپ نے سیرت امام مظلوم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ایک لاجواب کتاب لکھ کر ملت اسلامیہ پر احسان فرمایا ہے کتاب کیا ہے۔ دریا کو گویا کوزہ میں بند کیا ہے اور کیفیت یہ کہ پڑھتے جائیے اور سر دھنتے جائیے۔

تمام کتاب کو آپ نے نو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

خلافت۔ فتوحات۔ عہد خلافت کے انقلابی شاہکار۔ کتاب المناقب۔ کتاب الاخلاق۔ کتاب الفضائل۔ کتاب الحسنات ذاتی حالات۔ اور دریا بہ حباب اندر

آخر میں پوری کتاب کا خلاصہ چند الفاظ میں درج ہے (اقتباسات صفحات پُر ہو جانے کے باعث ہم درج کرنے سے معذور ہیں) لیکن کتاب بہرحال نہایت جامع، مانع، مدلل اور دلکش ہے۔ قارئین اسے پڑھ کر ضرور استفادہ کریں گے اور حظ اندوز ہوں گے۔

جناب میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور

مَقْصدِ زندگی

انسان کرۂ ارض پر افضل ترین مخلوق ہے۔ خداوندِ قدوس نے اسے بہترین سانچے میں ڈھالا، ظاہری اور باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کیں، اپنی روح اس میں پھونکی اور تاج خلافت سے نواز کر اسے دنیا میں بھیجا۔

کائنات میں ہر چیز کی تخلیق کا کوئی نہ کوئی باعث ضرور ہوتا ہے خالق حقیقی نے کوئی شے بلا مقصد پیدا نہیں کی۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ ہم اپنی عقل ناقص اور جہالت کی بنا پر اس کی غرض و غایت کا تعین نہ کر سکیں۔

انسان احسن تقویم پر پیدا کیا گیا ہے۔ خلیفۃ اللہ فی الارض کا لقب بارگاہِ خداوندی سے اسے عطا ہوا۔ مسجودِ ملائکہ ہونے کا شرف اس کو بخشا گیا۔ اور ظاہری شکل اور تناسب اعضاء کے حسن سے آراستہ و پیراستہ کرکے قدرتِ حق کا شاہکار اسے قرار دیا گیا۔

انسان جس کی پیدائش کے لئے اس قدر اہتمام قدرتِ حق کی طرف سے ہوا۔ کیوں پیدا کیا گیا؛ اس کی تخلیق کا منشا کیا ہے؛ اسے دنیا میں بھیجنے کی غرض و غایت کیا تھی؛ خود خالق کائنات کے الفاظ میں سنئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ (سورۃ الذریت پ ۲۷)

ترجمہ۔ میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔

ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے بنانے والے حضرت حق جل مجدہٗ ہیں۔ چنانچہ انسان کے مقصد آفرینش کو ان سے بہتر کون بیان کر سکتا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے صاف طور پر عیاں ہے۔ کہ انسان محض عبادت خداوندی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت حق نے ذوق عبدیت اس کے خمیر میں داخل کر دیا۔ ایک غیر مرئی طاقت کے سامنے سر بسجود ہونا، اس کے حضور میں دعا یا فریاد کرنا۔ اسی سے حاجت براری کرنا اور مشکلات میں اسی کے آگے دست سوال دراز کرنا۔ اس کی فطرت میں ودیعت کر دیا۔ اور قلب انسانی کو یاد الٰہی کا مرکز گردان کر اس کی گہرائیوں میں ایک ساز رکھ دیا۔ جو نا معلوم انگلیوں کے چھونے سے بجتا رہتا ہے۔ کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کا فطری جواب بن سکے

بندگی کا خلاصہ

انسان فکر معاش یا دولت کمانے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ پیدا کرنے والے کی حمد و ثناء بیان کرنے، اس کی یاد میں شاغل رہنے اور عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے معاش یا رزق بلاشبہ زندگی کی اہم اور ناگزیر ضرورت ہے۔ لیکن محض ذریعہ یا وسیلہ ہی ہے۔ مقصد کسی صورت میں نہیں۔ رزق ہر جاندار کا اللہ عزوجل کے ذمے ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ انسان پر محض عبادت کی ذمہ داری ہے مومن کھانا پینا صرف اس لئے ہے کہ زندہ رہ کر اللہ کی یاد کر سکے۔ لیکن آج کل کھانا اور پینا ہی زندگی کا نصب العین ٹھہرا لیا گیا ہے۔ اور مقصد حقیقی سے یکسر غفلت برتی جا رہی ہے

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام اور آپ کی سنت مطہرہ پر عمل کرنا۔ اور تمام سہاروں سے قطع نظر کرکے صرف اللہ رب العزت پر بھروسہ ہی اصل دستورِ حیات ہے۔ انسانیت محض قرآن پر عمل پیرا ہونے سے ہی اجاگر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارہا فرمایا کرتے تھے "جو عامل قرآن نہیں وہ انسان نہیں" انسان کا کمال یہ ہے۔ کہ اپنے اندر انسانیت اور آدمیت کی صفات پیدا کرے۔ اگر عیش و عشرت، کھانا پینا بچے جننا اور ان کی پرورش کرنا ہی مقصود حیات ٹھہرا لیا جائے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق باقی رہتا ہے حیوان بھی کھاتے پیتے اور بچے جنتے ہیں۔ وہ بھی بچوں کی پرورش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ان کی چار ٹانگیں ہیں۔ اور انسان دو ٹانگوں پر چلتا ہے۔ ظاہر ہے حیوانی ضروریات میں دوسرے جانوروں سے آگے نکل جانا خلیفۃ اللہ کی شان نہیں اور نہ ہی کسی طرح مقصود حیات ہو سکتا ہے۔ قرآن حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کی پرزور ترغیب دیتا ہے۔ لیکن تحصیل زر اور فکر دنیا پر زور دیتا کہیں نظر نہیں آتا

زمین و آسمان اور تمام کائنات انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ لیکن انسان اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ دنیا کی ہر چیز اس کی خدمت پر مامور ہے۔ وہ اپنی زندگی بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اور سنوار بھی سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ زندگی کے ہر موڑ پر اُس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اگر فطرت صحیحہ قائم رہے۔ اور ترقی کرے تو ملائکہ سے بھی سبقت لے جاتا ہے۔ لیکن اگر استعداد کے باوجود تحصیل کمالات کی کوشش نہ کرے۔ تو اسفل السافلین ہی اس کا ٹھکانہ ہے اور یہ حیوانات سے بھی بدتر ہے۔

انسان غلام بارگاہ الٰہی ہے۔ اور غلام کا فرض ہوتا ہے۔ کہ آقا کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے مالک کی دی ہوئی چیزوں کو اس کی مرضی کے مطابق صرف کرے جو کھلائے وہی کھائے۔ جس کام کا حکم ہو وہی انجام دے۔ اور جس سے منع فرمائے۔ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے یہی بندگی کا خلاصہ ہے۔

عبادت کا مفہوم

عبادت کا مفہوم عام طور پر نماز روزہ، نوافل کا ادا کرنا یا گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا لیا جاتا ہے لیکن عبادت اس سے ورا بھی کوئی چیز ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر شعبۂ حیات میں خدا کی رضا اور خوشنودی کو پیش نظر رکھے۔ اور اپنی مرضی اور خواہشات کو ترک کرکے رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ کو مقصد زیست قرار دے لے۔ پھر جو اس راہ پر گامزن ہوگا حق تعالیٰ سبحانہٗ خود اس کی رہنمائی فرماویں گے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

ہماری بندگی سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے

ہماری بندگی سے اللہ تعالےٰ کو کوئی فائدہ نہیں۔ اس قادر و توانا کو انسان کی خدمات کی کیا حاجت ہے بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کی شہنشاہی عظمت اور کبریائی کا قولاً اور فعلاً اعتراف کرکے اس کے خصوصی الطاف و مراحم کا مورد و مستحق بن سکے۔ اگر سارے جن و انس اللہ تعالےٰ کے مطیع و فرمانبردار ہو جائیں۔ اور دن رات اس کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو جائیں۔ تو اس کی عظمت و جلال میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اور اگر ساری دنیا اس سے باغی اور سرکش ہو جائے۔ تو اس کی کبریائی میں کوئی کمی نہیں آتی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہم کمالات حاصل کرکے اس کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ جو انسانیت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ جو زندگی یاد خدا سے خالی ہو وہ زندگی ہی نہیں وہ یا تو موت ہے یا زندگی کے ساتھ ایک قسم کا مذاق

ع
بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

انسانیت کا تنزل

انسان دنیا میں آکر اپنے مقصد حیات کو فراموش کر بیٹھا اور اپنے انجام سے بالکل بے فکر اور بے خبر ہوگیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برے اور بھلے کی تمیز سے محروم ہوگیا۔ لوہا تانبا اور پیتل ترقی کر رہے ہیں۔ لیکن انسانیت بڑی تیزی سے تنزل کے گڑھے میں گرتی جارہی ہے۔ انسان ہوا میں چڑیوں کی طرح اڑتا پھر رہا ہے۔ اور پانی میں مچھلی کی طرح تیر رہا ہے۔ لیکن زمین پر انسان کی طرح چلنا اس کو نہیں آتا۔ خداداد طاقتوں آلات اور قوت و دولت کے ذریعہ ترقی کرنا گناہ نہیں۔ لیکن ان کا مصرف اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ انسان جو کام بھی کرے اس میں خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔ یہی انسانیت کی ترقی ہے اور فلاح دارین۔

انسان کا سفر آخرت

انسان دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے آیا ہے۔ اور آخرت کا راستہ چونکہ دنیا میں سے ہوکر جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ بقدر ضرورت انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ وقتاً فوقتاً انسان کے لئے ایسی ہدایات نازل کرتا رہتا ہے کہ انسان امن و راحت کے ساتھ اس سفر کو طے کرسکے اور اپنے مقصد حیات کو بھولنے نہ پائے۔

ہمارا ہر سانس ہماری زندگی کو کم کر رہا ہے اور موت کے نزدیک لے جارہا ہے۔ جب تک یہ سانس چلتا ہے ہمیں چاہیئے کہ اپنے مقصد حیات کو ہر وقت پیش نظر رکھیں اور اللہ کا نام لیتے رہیں جس وقت سانس کا آنا جانا بند ہوگا۔ بعینہٖ اسی دم ہمارے اعمال کا سلسلہ بھی موقوف ہو جائے گا۔ اور ہم اپنے گھر والوں دوستوں اور رشتہ داروں کو خیرباد کہکر قبر کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ نہ سر پر ٹوپی ہوگی نہ پاؤں میں جوتا جیسے ماں کے پیٹ سے ننگے آئے تھے ویسے ہی ننگے چلے جائیں گے۔ اور مال و اسباب جو دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کمایا تھا۔ اور جس کا کمانا اپنی زندگی کا مقصد عظیم خیال کئے بیٹھے تھے سب یہیں چھوڑ جائیں گے بیکسی بے بسی اور پریشانی کے عالم میں اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے۔ اور ہم سے سخت جواب طلب کیا جائے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا۔ کہ دنیا میں ہماری زندگی کا کیا مقصد تھا۔ اور ہم کیا کرتے رہے۔ لیکن اس وقت کا یہ احساس کسی کام نہ آئے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم خود "بیدار" ہو جائیں۔ پیشتر اسکے کہ موت بعد ہمیں بیدار کیا جائے۔ خاقانی نے عمر عزیز کے کئی سال گنوانے کے بعد اس حقیقت کو اس طرح شعر کا لباس پہنایا تھا۔ ع

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

اللہ تعالیٰ ہمیں مقصد زندگی صحیح طور پر سمجھنے اور ہمہ وقت اپنی عبادت میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
کہ انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بقیہ صفحہ ۹ سے آگے

اور نیک راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

اس کی مثال بالکل سانپ کی سی ہے۔ کہ جو لوگ اس کے پکڑنے کے ماہر ہیں۔ اس کے طریقوں سے واقف ہیں۔ ان کے لئے اس کے پکڑنے میں کوئی نقصان نہیں بلکہ وہ اس سے تریاق بنا سکتے ہیں۔ اور دوسرے فوائد حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن کوئی ناواقف ان ماہروں کی حرص کرکے سانپ کو پکڑے گا۔ تو ہلاک ہوگا۔ اسی طرح متمول صحابہ کرامؓ کی حرص کرکے ہم لوگ اگر زہر کا استعمال کثرت سے کریں تو ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ان حضرات کے متعلق محض اعتقادی بات نہیں ان کی زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کی کھلی شہادت دیتا ہے۔ کہ ان کے ہاں اس کی وقعت ایندھن سے زیادہ نہ تھی۔ ان کے لئے اس کا وجود حق تعالےٰ شانہٗ سے ذرا سی توجہ بھی ہٹانے والا نہ تھا اور اس کے باوجود وہ اس سے ڈرتے رہتے تھے۔ جیسا کہ ان کی پوری تاریخ اس پر شاہد ہے۔

حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن لاہور

مال کے فوائد اور نقصانات

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مال خرچ کرنا سات طرح سے عبادت ہے۔

۱۔ زکوٰۃ جس میں عشر بھی داخل ہے
۲۔ صدقہ فطر
۳۔ نفل خیرات جس میں مہمانی بھی داخل ہے۔ اور قرضداروں کی اعانت بھی
۴۔ وقف مساجد۔ سرائے۔ پل۔ مدارس وغیرہ بنانا۔
۵۔ حج فرض ہو یا نفل یا کسی دوسرے کی حج میں مدد ہو۔ راستہ کا خرچ یا سواری سے۔
۶۔ جہاد میں خرچ کرنا کہ ایک درم اس میں سات سو درم کے برابر ہے۔
۷۔ جن کے اخراجات اپنے ذمہ ہیں۔ ان کو ادا کرنا جیسا کہ بیوی کا اور چھوٹی اولاد کا خرچ ہے۔ اور اپنی وسعت کے بعد محتاج رشتہ داروں کا خرچ وغیرہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ مال کے نقصانات بھی دو قسم کے ہیں دینی اور دنیوی۔ دینی نقصانات تین قسم پر ہیں۔

۱۔ معاصی کی کثرت کا سبب ہوتا ہے۔ کہ آدمی اکثر و بیشتر اسی کی وجہ سے شہوتوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور ناداری اور عجز ان کی طرف متوجہ بھی نہیں ہونے دیتا۔ جب آدمی کو کسی معصیت کے حصول سے ناامیدی ہوتی ہے۔ تو دل اس طرف زیادہ متوجہ بھی نہیں ہوتا اور جب اپنے کو اس پر قادر سمجھتا ہے۔ تو کثرت سے ادھر توجہ رہتی ہے۔ اور مال قدرت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ اسی وجہ سے مال کا فتنہ فقر کے فتنہ سے بڑھا ہوا ہے۔

۲۔ جائز چیزوں میں نعمتوں کی کثرت کا سبب ہے۔ اچھے سے اچھا کھانا۔ اچھے سے اچھا پہننا وغیرہ وغیرہ بھلا مالدار سے یہ کب ہوسکتا ہے کہ جو کی روٹی اور موٹا کپڑا پہنے اور ان نعمتوں کا حال یہ ہے۔ کہ ایک چیز دوسرے کو کھینچتی ہے۔ اور شدہ شدہ اخراجات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اور آمدنی جب ان کو کافی نہیں ہوتی تو ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے کی فکر پیدا ہونے لگتی ہیں اور جھوٹ نفاق وغیرہ بری عادات کی بنیاد اسی سے پڑتی ہے۔ کہ مال کی کثرت کی وجہ سے ملاقاتی بھی کثیر ہوں گے۔ اور ان کے تعلقات کی بقا اور حفاظت کے واسطے اس قسم کے امور کثرت سے پیدا ہوں گے۔ اور تعلقات کی کثرت میں بغض۔ عداوت۔ حسد۔ کینہ وغیرہ امور طرفین میں کثرت سے پیدا ہوں گے۔ اور ایسے بے انتہا عوارض آدمی کے ساتھ لگ جائیں گے۔ جن سے مال کے ہوتے ہوئے خلاصی دشوار ہے اور غور کرنے سے یہ مضرتیں وسیع پیمانے پر پہنچ جاتی ہیں۔ اور ان سب کا پیدا ہونا مال ہی کے سبب سے ہوتا ہے۔

۳۔ اور کم سے کم اس بات سے تو کوئی بھی مالدار خالی نہیں ہوتا کہ اس کا دل مال کی اصلاح و فلاح کے خیال میں اللہ کے ذکر و فکر سے غافل رہے گا۔ اور جو چیز اللہ سے غافل کردے وہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اسی واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مال میں تین آفتیں ہیں۔ اول یہ کہ ناجائز طریقے سے کمایا جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا۔ اگر جائز طریقے سے حاصل ہو۔ تو فرمایا کہ بے جا خرچ ہوتا ہے۔ کسی نے عرض کیا۔ اگر اپنے محل ہی پر خرچ کیا جائے۔ تو فرمایا کہ اس کی اصلاح کا فکر اللہ تعالےٰ سے تو مشغول کر ہی دے گا اور یہ لاعلاج بیماری ہے۔ کہ ساری عبادت کا لب لباب اور مغز اللہ کا ذکر و فکر ہے۔ اور اس کے لئے فارغ دل کی ضرورت ہے۔ اور صاحب جائداد شخص دن رات کاشتکاروں کے جھگڑوں کے سوچ میں رہتا ہے ان سے وصولی کے حساب کتاب میں رہتا ہے۔ شریکوں کے معاملات کی فکر میں رہتا ہے۔ کہیں ان کے حصوں کا جھگڑا ہے۔ ان سے پانی کی بانٹ پر تکرار ہے۔ کہیں ڈول بندیوں میں لڑائی ہے۔ کہیں نوکروں مزدوروں کی خبرگیری اور ان کے کام کی نگرانی ایک مستقل مشغلہ ہے۔ اسی طرح تاجروں کا حال ہے۔ اگر شرکت میں تجارت ہو تو شرکاء کی حرکتیں ہر وقت کی ایک مصیبت اور تنہا تجارت ہو۔ تو نفع بڑھنے کا فکر ہر وقت اپنی محنت میں کوتاہی کا خیال۔ تجارت میں نقصان کا فکر ایسے امور ہیں۔ جو ہر وقت مسلط رہتے ہیں۔ مشاغل کے اعتبار سے سب سے کم وہ خزانہ ہے۔ جو نقد کی صورت میں اپنے پاس ہو۔ لیکن اسکی حفاظت کا اندیشہ۔ چوروں کا فکر۔ اس کے خرچ کرنے کا خیال اور جن لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف لگی رہتی ہیں۔ ان کا خیال ایسے تفکرات ہیں۔ کہ جن کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور یہی وہ دنیوی مضرات ہیں جو مال کے ساتھ لگی رہتی ہیں اور جس کے پاس بقدر ضرورت ہو وہ ان سب افکار سے فارغ ہے

مال کا تریاق اس میں سے بقدر ضرورت اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچے اس کو خیر کے مصارف میں خرچ کر دینا ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر ہی زہر ہے آفت ہی آفت ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے مجھے اور آپ سب کو اس زہر سے محفوظ

۱۰ صفحہ

خطبہ یوم الجمعہ ۱۳ر ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۸ر مئی ۱۹۶۲ء

جمعہ سے پہلے یہ خطبہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ

(۱) انسان کے خدا تعالیٰ سے باغی ہونے کا سبب
(۲) بغاوت کا نتیجہ

برادران اسلام اور معزز خواتین۔ آج دو چیزیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی یہ کہ انسان اللہ تعالیٰ سے کیوں باغی ہو جاتا ہے۔ کیوں اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ کیوں اس کی فرمانبرداری نہیں کرتا۔ کیوں اس کے پیغمبروں کو جھٹلاتا ہے۔ کیوں اس کی نازل کردہ کتاب کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔ اس

بغاوت کا سب سے بڑا سبب

آسودہ حالی۔ رزق کی فراوانی۔ اسباب معیشت کی بہتات ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ جس قدر انسان کو رزق زیادہ عطا فرمائے۔ اسی قدر اس کا زیادہ ممنون احسان ہو۔ اور اس کا زیادہ شکر بجا لائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دروازہ پر بلائے۔ تو سب کام کاج چھوڑ کر دوڑتا ہوا آئے۔ اور اس بلاوے کو اپنے لئے صد شرف اور اعزاز خیال کرکے آئے۔ کہ مجھے دربار شہنشاہی سے بلاوا آیا ہے۔ جس طرح اپنے نوکروں کو انسان نے سکھایا ہوا ہے کہ جب تمہیں بلایا جائے۔ تو آواز سنتے ہی جی حضور کہو۔ تاکہ آقا کو معلوم ہو۔ کہ نوکر نے آواز سن لی ہے اور اس کے بعد سب کام چھوڑ کر دوڑتے ہوئے آؤ۔ حاضر ہوکر حکم سنو۔ اور اس کے بعد اس کی تعمیل کرو۔ چاہئے تو یہی تھا۔ کہ یہی کرے مگر انسان اس روش سے الٹ چلتا ہے۔ اس کا سبب وہی ہے۔ جو ابتدا میں عرض کیا گیا۔ کہ آسودہ حالی رزق کی فراوانی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت کے باعث باغی ہوجاتا ہے قرآن مجید میں انسان کے متعلق جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ وہ بالکل سچی اور صحیح تاریخ ہوتی ہے اس لئے میں اپنے دعویٰ (یعنی انسان کی بغاوت کا سب سے بڑا سبب آسودہ حالی ہے) کے ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید ہی سے متعدد شہادتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی شہادت

وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَہٗ زِیْنَۃً وَّاَمْوَالًا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ٥

(سورۃ یونس پ۱۱ رکوع ۹)

ترجمہ۔ اور موسیٰؑ نے کہا۔ اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے۔ اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کردے۔ اور ان کے دلوں کو سخت کردے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں۔

فرعون اور اس کے سرداروں کی بغاوت

کا سبب یہی نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے عیش و آرام کے ہرطرح کے اسباب بافراط عطا فرمائے تھے۔ اس لئے وہ باغی ہوگئے تھے۔

بغاوت کا نتیجہ

فَاَخْرَجْنٰھُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ٥ وَّکُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ ٥ کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰھَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ٥ فَاَتْبَعُوْھُمْ مُّشْرِقِیْنَ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ٥ قَالَ کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ٥ فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ٥ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ ٥ وَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗٓ اَجْمَعِیْنَ ٥ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ٥

(سورۃ الشعراء پ۱۹ رکوع ۴)

ترجمہ۔ پھر ہم نے (فرعونیوں کو)، باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔ اسی طرح ہوا۔ اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے۔ سب کو نجات دی پھر ہم نے دوسروں (یعنی فرعونیوں) کو غرق کردیا۔

اس بغاوت کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دنیا میں لعنت کی موت سے مرے۔ اور آخرت میں دوزخ میں جائیں گے۔

عبرت

اے عیش و عشرت میں مست رہنے والے دنیا دارو اس واقعہ سے عبرت حاصل کرو۔ نعمتوں کا شکر کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے مخلص بندے بنو۔ وما علینا الا البلاغ

دوسری شہادت

وَکَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ٥ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا ھُمْ مِّنْھَا

يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ (سورۃ الانبیاء پ۱۷ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں۔ غارت کر دیا ہے اور ان کے بعد ہم نے اور قومیں پیدا کیں پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی۔ تو وہ فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ مت بھاگو۔ اور لوٹ جاؤ جہاں تم نے عیش کیا تھا۔ اور اپنے گھروں میں جاؤ۔ تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ کہنے لگے۔ ہائے ہماری کم بختی بیشک ہم ہی ظالم تھے۔ سو ان کی یہی پکار رہی۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں ایسا کر دیا۔ جس طرح کھیتی کٹی ہوئی ہو۔ اور وہ بجھ کر رہ گئے۔

بغاوت کا سبب اور نتیجہ

میرے بھائیو۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ان لوگوں نے عیش و عشرت کے سامانوں میں مست ہوکر اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ اس کے احکام سے بغاوت کی نتیجہ یہ نکلا۔ کہ دنیا میں لعنت کی موت مرے اور آخرت میں جہنم رسید ہوں گے۔

عبرت

اے عیش و عشرت کے سامانوں میں مست رہنے والو۔ خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس کے فرمان یعنی قرآن مجید کو دستور العمل بناؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو۔ ورنہ خطرہ ہے۔ کہ تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہو۔ جو پہلے نافرمانوں سے ٹھہرا۔ وما علینا الا البلاغ

تیسری شہادت

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہاں کے دولتمندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔

بغاوت اور اس کا نتیجہ

برادران اسلام۔ آپ نے دیکھا اللہ تعالےٰ نے اعلان فرمایا ہے۔ کہ دولت مند اور سرمایہ دار ہی ہمارے احکام کی جب مخالفت کرتے ہیں۔ تو اس بستی پر عذاب الٰہی آتا ہے۔ اور اُسے برباد کر دیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ دنیا دار اپنے دولت کے نشہ میں اللہ تعالیٰ سے باغی ہو جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالےٰ کا عذاب نازل ہوکر انہیں تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

عذاب سے پہلے اصلاح کی کوشش

برادران اسلام۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ۱۵)

ترجمہ۔ اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے۔ کہ پہلے ان کے ہاں اپنا رسول بھجواتے رہے۔ جو انہیں سمجھا دیتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت نہ کریں۔ اس کی فرمانبرداری کریں۔ اسے ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کریں۔ مگر بد نصیب قوموں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور بندگی کا حق ادا نہ کیا۔ تب ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

ہادی کا اقرار

دنیا میں جتنی قوموں نے اللہ تعالےٰ سے بغاوت کی ہے۔ اور وہ لوگ قیامت کے دن جہنم میں جائیں گے۔ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہر ایک قوم اقرار کرے گی۔ کہ ہمارے ہاں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہادی آیا تھا۔ مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا تھا۔ جس کی سزا آج جہنم میں آپہنچے ہیں۔

كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ (سورۃ الملک پ۲۹ رکوع ۱)

ترجمہ۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا۔ تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے۔ ہاں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا۔ پر ہم نے جھٹلا دیا۔ اور کہدیا۔ کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور کہیں گے۔ کہ اگر ہم نے سنا۔ یا سمجھا ہوتا۔ تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے

تاریخ اپنے اوراق کو دہراتی ہے

برادران اسلام اور معزز خواتین ہمارے ہاں یہ فقرہ ضرب المثل چلا آرہا ہے۔ کہ "تاریخ اپنے اوراق کو دہراتی ہے" پہلی قوموں کا جو نقشہ ابھی گزشتہ سطور میں عرض کر چکا ہوں۔ تاریخ کے صفحہ پر آج بھی وہ نقشہ کھلا ہوا ہے۔ ادھر نگاہ اٹھاکر دیکھو۔ تو تمہیں نظر آجائیگا۔ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ہمارا ایمان ہے۔ کہ نبی کوئی نہیں آئے گا۔ مگر قرآن مجید جو شاہنشاہ حقیقی کا فرمان ہے۔ اور وہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے راہ نما ہے۔ اس اس کی طرف دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے بندے ہر دور میں موجود رہے ہیں۔ اور آج بھی ہیں۔ اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ جنہیں علماء دین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بالخصوص علماء دین میں سے وہ طبقہ جو خاص طور پر قرآن مجید کی طرف تمہیں بلائے اور اسوہ حسنہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر چلنے کی تمہیں دعوت دے۔ اے دولت کے نشہ میں مست ہونے والے دولتمندو اے سرکاری عہدوں پر فائز ہونے والے عہدہ دارو اے بڑے بڑے زمیندارو کیا تمہارے دل میں علماء دین کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ کیا ان کی صحبت میں آنے اور بیٹھنے کا تمہیں شوق ہے؟ بخلاف اس کے رنڈیوں کے گانے سننے کا تمہیں بڑا ہی شوق ہے۔ ریڈیو گھر گھر میں موجود ہے۔ یہ تبلاؤ۔ اپنی بہو بیٹیوں تک کو رنڈیوں کے گانے سنانے کا تمہیں جتنا شوق ہے۔ کہ ہر روز خود سنتے ہو۔

خواتین کا صفحہ

از محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک بہادر خاتون

حضرت ضرارؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار اصحاب میں سے تھے حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں مسلمانوں کو رومیوں کے خلاف کئی جنگیں لڑنا پڑیں ایک جنگ میں آپ کہیں لاپتہ ہوگئے۔ آپ کی بہن خولہؓ بھی شریک جنگ تھیں انہیں آپ سے بے پناہ محبت تھی وہ اکثر آپ کی تلاش میں سرگردان رہنے لگیں۔ جنگ یرموک کے بعد آپ کو پتہ چلا کہ حضرت ضرارؓ رومیوں کی قید میں ہیں۔ اور انہیں ایک دستے کے ہمراہ ہرقل شہنشاہ روم کے پاس روانہ کردیا گیا ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت رافعؓ کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ کہ وہ حضرت ضرار کو رومیوں سے چھڑا لائیں۔ حضرت خولہؓ بھی ساتھ ہوگئیں۔

حضرت رافعؓ گھوڑے کے سموں کے نشان دیکھتے دیکھتے ایک گھاٹی میں جا چھپے۔ جہاں سے ان کے اندازہ کے مطابق رومی دستہ گزرنے والا تھا۔ شام کے وقت رومی دستہ دکھائی دیا اور جب وہ گھاٹی میں پہنچا۔ تو ایک اونٹ پر سے حضرت ضرارؓ کی آواز آئی۔ کاش! میری بہن خولہؓ میری آواز سن کر ان گھاٹیوں سے میرے لئے آزادی کی بشارت لاتی"۔ حضرت خولہؓ بھائی کی یہ پکار سن کر بے اختیار چلائیں "میرے پیارے بھائی۔ خدا نے تمہاری پکار سن لی۔ اس کے بعد آپ تمام سواروں سمیت رومیوں کے دستے پر پل پڑیں۔ اور حضرت ضرارؓ کو وہاں سے چھڑا لائیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے دمشق پر حملہ کیا فوج کی قیادت حضرت خالدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے ایک حسین نوجوان کو عربی لباس پہنے اور سر پر عمامہ رکھے۔ نہایت جرأت اور بے باکی سے لڑتے دیکھا آپ بہت حیران ہوئے جب وہ سوار قریب آیا تو آپؓ نے اس کا نام معلوم کرنا چاہا۔ مگر وہ بہت تیزی سے رومی صفوں پر حملہ کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد پھر وہی سوار آپ کے سامنے آیا تو آپؓ نے فرمایا۔ "اے بہادر۔ اسلامی فوج کا سپہ سالار آپ کا نام معلوم کرنا چاہتا ہے" سوار نے جواب دیا۔ "اے محترم سردار میرا نام خولہؓ ہے۔ اور میں ضرارؓ کی بہن ہوں" اس کے بعد پھر آپ نے بڑھ بڑھ کر رومی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ جنگی مصلحت کے پیش نظر مسلمانوں کو دمشق کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ اور وہ اجنادین کی طرف چل دیئے۔ حضرت خالدؓ سب سے آگے تھے۔ اور حضرت عبیدہ عقب میں۔ عورتیں اور بچے عقب میں ہی تھے کہ رومیوں کے ایک تازہ دم دستے نے عقب سے حملہ کردیا۔ اور کچھ عورتوں کو گرفتار کرکے دمشق کے قلعے میں لے آئے ان عورتوں میں حضرت خولہؓ بھی تھیں۔ آپ نے دوسری تمام عورتوں کو غیرت دلائی۔ اور کہا کہ ان مشرکوں کی قید سے موت بہتر ہے۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ تمام عورتیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کر پہریداروں پر حملہ آور ہوئیں۔ تقریباً تیس۳۰ پہرے دار مارے گئے۔ حضرت خولہؓ سب سے آگے تھیں۔ لیکن رومی فوج کو خبر ہوگئی۔ اور اس نے ان بہادر خواتین پر قابو پالیا۔ اسی اثناء میں تائید ایزدی سے مسلمان فوج کا ایک دستہ آگیا۔ اور وہ ان خواتین کو رومیوں کے پنجے سے نکال لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔

جنگ یرموک میں رومیوں نے اپنی پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کیا اور پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑنے شروع ہوگئے۔ حضرت خولہؓ اس وقت انہیں غیرت دلاتیں۔ اور فرماتیں "پاک عصمت عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو غیرت کا ثبوت دو۔ تیر کا نشانہ بن جاؤ۔ مگر مسلمانوں کی عزت پر بٹہ نہ لگاؤ۔ آپ اس معرکے میں بھی نہایت بے جگری سے لڑیں۔ آپ کا جسم زخموں سے لہو لہان ہوگیا۔ مگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور اس حالت میں بھی زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔ اور ان کے لئے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتی رہیں۔ حضرت خولہؓ کی بے پناہ ہمت نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کرنے میں بہت نمایاں اور اہم کردار ادا کیا۔

اس کے علاوہ بھی آپ نے کئی جنگوں میں حصہ لے کر بے مثال بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے یہ نمونہ قائم کر دیا۔ کہ مسلمان عورت حسب مقدور اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتی۔ اعتماد علی اللہ اُس میں بھی بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے۔ وہ بھی رضائے ایزدی کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کر گزرتی ہے۔ اُسے بھی ایثار و قربانی کے بدلے میں کامیابی و کامرانی کا تمغہ ملتا ہے۔ اور نصرت الٰہیہ اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ ہماری تمام مسلمان بہنوں کو دین حق کی اتباع نصیب فرمائے۔ دین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ چلائے شرک کی آندھیوں سے انہیں بچائے۔ اور اللہ کے بھروسہ پر زندگی گزارنے اور اُس کی رضا کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۱۱ سے آگے

اور گھر والوں کو سناتے ہو۔ کیا علماء دین کی زبان سے خدا تعالےٰ کی کلام سننے کا اس سے دسواں۔ بیسواں۔ یا سواں حصہ بھی شوق ہے۔ اور اے سرمایہ دارو اور اے دولت مندو۔ ایمان سے کہو۔ رات کے وقت انگریز کے گلے کی لعنت جو تم نے اپنے گلے کا ہار بنائی ہوئی ہے۔ یعنی سینما بینی۔ جتنا اس ملعون مجلس میں شامل ہونے کا تمہیں اور تمہارے اہل و عیال کو شوق ہے۔ کیا اتنا یا اس سے سواں حصہ بھی خدا تعالےٰ کی کلام پاک سننے کا تمہیں شوق ہے۔ اور دل میں تڑپ ہے۔

شعر

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

محترم بشیر احمد صاحب لدھیانوی بی اے بی ٹی سمن آباد لاہور

حکمت ولی اللّٰہی کا پیکر

حضرت مولانا احمد علی ارفع اللہ مقامہ مفسر قرآن ہی نہیں مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے۔ راقم الحروف کو ان سے گزشتہ ۳۵ سال سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور ان ہی کے انتخاب اور اشارے سے ان کے استاذ مکرم و معظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اعلی اللہ درجاتہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ والحمد للہ علی ذالک

حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ دیوبندی مسلک کے اس شجرۃ الذہب کے دانے تھے۔ جس کے امام حجۃ اللہ فی الارض حکیم الملت امام ولی اللہ دہلوی تھے۔ ان کی تحریک کے خادموں نے آخری دور میں دیوبند میں درسگاہ قائم کی تو اس کا ایک خاص مقصد اور ایک معین مسلک تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ایما سے مولانا سندھیؒ نے دیوبند میں جمعیتہ الانصار قائم کی۔ اور پھر دہلی میں قرآن حکیم کی حکیمانہ تدریس کے لئے نظارۃ المعارف نام کی درسگاہ قائم کی۔ مولانا احمد علی اعلی اللہ مقامہ نے وہیں تعلیم پائی۔ اور جب حضرت شیخ الہند کے حکم سے ۱۹۱۵ء میں مولانا کابل تشریف لے گئے۔ تو مولانا احمد علی صاحب ہی اس کے سربراہ بنے۔ اس کے بعد مولانا سندھیؒ نے مولانا شیخ الہند کے پروگرام کی تکمیل میں جو کچھ کیا اس کے بعض حصوں میں مولانا احمد علی صاحبؒ بھی ان کے شریک رہے۔ اسی لئے حکومت برطانیہ کے معتوب رہے۔ اسی عتاب کا نتیجہ تھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ عرصے تک لاہور میں نظر بند رہے۔ یہاں انہوں نے نظارۃ المعارف کی طرز پر قرآن حکیم کا حکیمانہ درس شروع کیا جو اتنا مقبول ہوا۔ کہ لاہور کا تعلیمیافتہ طبقہ ان کی طرف کھنچ کر آنے لگا۔ رفتہ رفتہ دوسری مساجد میں بھی درس قرآن حکیم کا رواج پڑ گیا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی خوبی یہ تھی۔ کہ آپ فلسفہ ولی اللہ کو تشریح قرآنِ حکیم میں اس طرح سمو دیا کرتے تھے۔ کہ مغربی تعلیمیافتہ نوجوان طبقہ اسے اچھی طرح اخذ کر سکتا تھا۔ یہی وہ طرز تھا۔ جسے بقول مولانا سندھیؒ مولانا شیخ الہندؒ نے تدریس حدیث میں اختیار فرما رکھا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ خاص خاص شائقین کو "حجۃ اللہ البالغہ" کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ جس کے آپ مولانا سندھیؒ کے بعد خاص طور پر ماہر تھے افسوس ہے کہ اب اس کتاب کو پڑھانے والا ہماری نظر میں کوئی نہیں رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات سے صرف ایک مفسر قرآن ہی نہیں اٹھ گیا۔ بلکہ حکمت قرآن کا ایک ماہر جاتا رہا۔ جس کی نظیر ملنا محال ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دور حکمۃ اور سائنس کے زعیم امام ولی اللہ دہلوی ہی تھے۔ جنہوں نے اٹھارھویں صدی عیسوی کے شروع میں جب دنیا سے مطلق العنان بادشاہت اُٹھنے لگی تھی اور جمہوریت کا آغاز ہونے والا تھا اور جدید سائنس نے مادہ پرستی کے زیر اثر انسانی سیاست انسانی اقتصادیات انسانی معاشریات اور انسانی اخلاقیات کی جڑیں کھوکھلی کر دینے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ قرآن کریم کی تصریحات اور قرنِ اول کی تشریحات کے مطابق دنیا کو ایک ایسے فلسفے سے روشناس کرایا جس نے طبیعیات جدیدہ کو بھی شرمندہ کر دیا انہوں نے مادے کی تشریح کی سیاسیات کی بنیاد تاریخ اسلام کے قرنِ اول کی تعلیمات کے مطابق باہمی مشورے پر رکھی اخلاقیات کی بنیاد یونانیات سے الگ ہٹ کر قرآنی حکمت پر رکھی اور معاشریات کی ایسی نئی ترجمانی کی جس تک جدید سوشیالوجی بھی ابھی نہیں پہنچی۔ انہوں نے مادے اور ذات باری میں ایک ایسا سائنٹفک ربط دکھایا۔ جس نے طبیعیات جدیدہ کو بہت سی نئی راہیں سجھا دی ہیں۔ اور سیاسیات کی بنیاد انقلاب پر رکھی ہے۔ اور اس طرح سرمایہ داری سے الگ کر کے اس کے ڈانڈے قرنِ اول سے ملا دیئے ہیں۔

یہ وہ نئی حکمت تھی۔ جس کی تدریس کے لئے دیوبند کی درسگاہ قائم کی گئی تھی۔ یہ وہ سیاست تھی۔ جسے چلانے کے لئے مولانا شیخ الہند نے انقلابی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ اور جس میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو شریک کیا تھا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نرے مدرس نہیں تھے۔ بلکہ سلوک تصوف کے غوامض کے بھی حامل تھے۔ جس کی بنیاد انقلابی تصورات اور ولی اللّٰہی حکمت پر تھی۔ امام ولی اللہ دہلوی نے تصوف کو فراریت (ESCAPISM) سے نکال کر انقلابی بنیادوں پر استوار کیا۔ اور اس میں سطیفہ جوارح کا اضافہ کر کے اُسے انسان کی عملی زندگی کا محور بنا دیا۔ مولانا احمد علی صاحب اس انقلابی تصوف کے حامل تھے۔ جو انہوں نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے توسط سے اپنے مشائخ رحمہم اللہ سے لیا۔ یہ تصوف وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ اور اگر حکمت ولی اللّٰہی کی روشنی میں مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے۔ تو یہ جس کے داعی اور عامل حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور حضرت مولانا احمد علی اعلی اللہ مقامہما تھے۔ کلیات جدیدہ کے لئے ایک نیا میدان تحقیقات پیش کرتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت مولانا احمد علی صاحب متقدین صوفیائے خاتم تھے۔ اور مولانا سندھیؒ اور مولانا احمد علی صاحب کی ذات سے ایک نئے سائنٹفک اور انقلابی تصوف کا تصور قائم ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اب آئندہ نوع انسانی کی فلاح اس میں ہے کہ تصوف کو سائنٹفک بنیادوں پر استوار کیا جائے۔ اور سائنس دان تصوف کو سائنس کی روشنی میں عمل میں لائیں پاکستان کے لئے یہ ایک نیا تصور ہے اگر وہ راہ سلوک پر گامزن ہو۔ تو امام ولی اللہ دہلوی اس کی رہنمائی کرینگے اور اس کے لئے تاریخ اسلام کے بہترین دور۔ قرنِ اول کے وہ تمام اخلاقی اور

چوہدری بشیر احمد چوہان

میاں حسن شاہ عرف میاں منّے شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آج ہم قارئینِ کرام کو اس پاکیزہ ہستی سے متعارف کراتے ہیں جس نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ لیکن کوئی بھی ان کی زندگی اور حالات سے واقف نہیں۔
(مدیر)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ایک مجلس جس میں راقم کے علاوہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا غلام اللہ خاں ڈاکٹر مناظر حسین نظر، سید نورالحسن شاہ بخاری، صاحبِ خانہ حاجی محمد شفیع صاحب اور دیگر احباب شامل تھے۔ باتوں باتوں میں جہاں دارالعلوم دیوبند کی موجودہ کارکردگی جملہ اخراجات اور طلباء وغیرہ کی تعداد بیان فرمائی وہیں دیوبند کی ابتدائی تاریخ کا ایک ورق بھی الٹ ڈالا۔ اور حاضرین کی معلومات میں اضافہ کا باعث بنے۔ سلسلۂ کلام یہاں سے چلا تھا کہ دارالعلوم باوجود ناساعد حالات اور کٹھن مراحل میں سے گذرنے کے اب تک کیسے اپنی تاریخی آب و تاب اور ماضی کی شاندار روایات قائم رکھے ہوئے ہے اور انہیں خوش اسلوبی سے نباہے چلا جا رہا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ محض فضل ایزد لایزال ہے اور اللہ کے برگزیدہ اور پاکباز بندوں کے جذبۂ اخلاص کا اثر۔ کہ دارالعلوم اپنی زندگی کے شب و روز گردشِ دوراں کی بے ڈھنگی رفتار کے باوجود احسن طریق سے گزار رہا ہے۔ اور خلوص و ایثار کے مجسموں کا یہ روشن کردہ چراغ زمانہ کی تند و تیز ہواؤں کے باوصف جل رہا ہے۔ (اللہ اسے تا ابد قائم رکھے)

چنانچہ آپ نے اسی ضمن میں دیوبند کی بنیاد رکھنے کا واقعہ، اس کے بانی، اور سنگِ بنیاد رکھنے والی پاکیزہ ہستی کا تذکرہ اپنے مخصوص انداز میں بیان فرماتے ہوئے کہا:۔

دارالعلوم کی بنیاد رکھتے وقت جب یہ معاملہ پیش ہوا کہ بنیاد کون رکھے تو مختلف بزرگوں کے اسمائے گرامی پیش ہوئے۔ لیکن ہر ایک نے انکساری کا ثبوت دیا اور معذرت کرکے دوسرے پر معاملہ ٹالنے کی کوشش کی۔ حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا۔ میں آج اُس شخص سے سنگِ بنیاد رکھنے کی درخواست کرونگا کہ جس نے ساری عمر میں کبائر تو کیا صغیرہ گناہ کا نام بھی نہیں سنا۔ چنانچہ آپ نے مدرسہ کی بنیاد حضرت میاں حسن شاہ صاحب عرف میاں منّے شاہ صاحب سے رکھوائی ــــ حضرت میاں منّے شاہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ (مشہور ہے کہ آپ مادر زاد ولی تھے) کے نانا تھے۔

حضرت میاں منّے شاہ صاحب کے حالات بیان فرماتے ہوئے حضرت حکیم الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ آپ پر ہر وقت استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی خلاف شرع کام سرزد ہو جائے یا اوقاتِ نماز میں فرق آ جائے

پھر آپ نے ان کی سادگی کے چند واقعات سنائے اور ان کے معصومانہ انداز کا ذکر کیا۔

مدرسہ کا واقعہ

آپ نے ایک مدرسہ بنا رکھا تھا جس میں چھوٹے بچے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سبق پڑھانا شروع کیا کرتے تو ان کا معمول تھا کہ وقت معلوم کرنے کے لئے سامنے ایک کھونٹی زمین میں گاڑ لیا کرتے۔ جب سایہ کھونٹی کے نیچے آ جاتا تو آپ فرماتے ــــ چھٹی کا وقت ہو گیا ہے ــــ جاؤ بچو! اب تمہیں چھٹی ہے۔

ایک مرتبہ بچوں کو شرارت جو سوجھی تو انہوں نے کھونٹی کو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نظر بچا کر زمین پر لٹا دیا۔ اور میاں صاحب رح کی خدمت میں عرض کیا ــــ حضرت! دیکھئے سایہ کھونٹی کے نیچے آ گیا ــــ چھٹی کا وقت ہو گیا ہے ــــ آپ نے کھونٹی کے نیچے سایہ دیکھا تو انتہائے سادگی سے سے فرمانے لگے۔ ہاں بھئی! ٹھیک ہے واقعی چھٹی کا وقت ہو گیا ہے۔ جائیے! اب آپ چھٹی کر لیں۔

بچوں میں سے ایک نے عرض کیا حضرت! بچوں نے تو شرارت کی ہے۔ دیکھئے نا! انہوں نے کھونٹی کو زمین پر لمبا ڈال دیا ہے۔ ابھی وقت کہاں ہُوا ہے کہ چھٹی دے دی جائے۔ ان بچوں نے تو چھٹی لینے کے لئے جھوٹ موٹ بہانہ بنایا ہے۔

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر سادہ لوح اور پاکیزہ نفس بزرگ تھے کہ فوراً فرمانے لگے۔ نا! نا۔ بیٹا! ایسا نہ کہو۔ مسلمان کا بچہ بھی کبھی جھوٹ بول سکتا ہے؟ جاؤ اب تمہیں چھٹی ہے۔

قربان جائیے۔ مسلمان بچے کے متعلق کس قدر نیک گمان تھا آپ کا۔ کاش اللہ والے کی اس بات کو مومن پلے باندھ کر سرمایۂ آخرت بنا لیں۔ کیا پاکیزہ خیال تھا کہ مسلمان کی اولاد اور جھوٹ۔ یہ کبھی ممکن نہیں۔ کیا کبھی آگ اور پانی کا بھی میل ہُوا ہے ــــ کاش اس ایک واقعہ کو ہی ہم سرمۂ چشم بصیرت بنا سکیں۔

ادھنّے کا قصّہ

ایک دفعہ آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو سبزی خریدنے کے لئے بازار بھیجا۔ اور ایک ادھنّا (دو پیسہ) آپ کے حوالے کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا۔ "دیکھنا! اڑھائی سیر سبزی آئے گی ــــ اس سے کم ملے تو نہ لانا"۔ آپ بازار تشریف لے گئے۔ عام لوگ جب آپ کو بازار میں دیکھتے تو بزرگ جان کر محبت اور عقیدت سے آپ کی جیب

میں پیسے وغیرہ ڈال دیا کرتے۔ اُس دن بھی ایسا ہوا کہ کسی شخص نے آپ کی جیب میں ایک روپیہ ڈال دیا۔ جب دوکان پر پہنچے تو جیب میں ہاتھ ڈالنے پر ادھنّے کے بجائے روپیہ ہاتھ آ گیا ـــــ روپیہ دوکاندار کے ہاتھ میں دے کر فرمانے لگے۔ "دیکھو بھئی! والدہ محترمہ کا فرمان ہے اڑھائی سیر سبزی آئے گی ـــ اس سے کم نہ لانا۔ لہذا ہم اڑھائی سیر سبزی لے کر جائینگے اس سے کم ہم نہیں لیں گے ـــ اگر اس سے کم دینا ہو تو ہمارے پیسے واپس کر دیجئے ـــــ ہم والدہ محترمہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ ہمیں تو ان کا حکم ماننا ہے"۔

دوکاندار نے کہا۔ "حضرت! اس کی تو من بھر سبزی آ جائے گی ـــــ" بس یہ سنا تو جھگڑنے لگے "جب والدہ محترمہ نے کہا ہے کہ اڑھائی سیر سبزی دے تو لانا ورنہ ہرگز نہ لانا۔ اب ہم تو نہیں لیں گے۔ ہمیں تو اپنی والدہ محترمہ کی تابعداری کرنا ہے۔ ہمارے لئے تو بس یہی حکم ہے ـــــ" اتنے میں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ پوچھا گیا "حضرت میاں صاحب! کیا معاملہ ہے؟" فرمانے لگے "دیکھو بھئی! والدہ محترمہ نے یہ سکہ ہمیں دیا ہے۔ اور فرمایا کہ اڑھائی سیر سبزی ملے تو لے آنا وگرنہ لانے کی کوئی ضرورت نہیں ـــــ اب یہ دوکاندار عجیب آدمی ہے۔ کبھی کہتا ہے من بھر سبزی آئے گی۔ کبھی بقایا پیسے دینے کو کہتا ہے۔ اب بتائیے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کبھی والدہ محترمہ کے کہنے کے برعکس بھی ہم کوئی کام کر سکتے ہیں۔ کہیں ان کے فرمان میں کبھی کمی بیشی ہو سکتی ہے" ـــــ

لوگ معاملہ بھانپ گئے۔ عرض کیا۔ حضرت! دیکھئے جیب میں کوئی اور سکہ بھی ہے ـــــ ہاتھ ڈالا تو ادھنّا نکلا ـــ لوگوں نے وہ دوکاندار کو دے کر آپ کو سبزی لے دی اور روپیہ آپ کی جیب میں ڈال دیا۔

اس واقعہ سے جہاں ایک طرف حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ لوحی کا اظہار ہوتا ہے وہاں معاملات کی صفائی اور والدہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا پاکیزہ جذبہ بھی اجاگر ہوتا ہے۔

لوہار کی دوکان

ایک مرتبہ کسی لوہار نے آپ کے مکان کے نیچے دوکان لے لی۔ میاں صاحب کو کسی نے کہہ دیا کہ آپ کے مکان کے نیچے لوہار نے دوکان بنا لی ہے۔ اب آپ کے مکان کی خیر نہیں۔ بس بنیادیں ہلا ہی چاہتی ہیں ـــ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں بات آ گئی ـــــ اب کیا تھا لوہار سے کہنے لگے "بھائی! دوکان خالی کر دو ـــ ہمارے مکان کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ لوگوں نے بہت سمجھایا کہ دوسرے مکانوں کی بنیادیں کب ہل گئی ہیں جو آپ کے مکان کی بنیادیں ہلنے لگیں"۔

فرمانے لگے "مسلمان کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے فلاں شخص نے کہا ہے ـ کہ بنیادیں ہل جائیں گی ـــــ اس لئے یہ دوکان خالی کر دیں"۔

لوہار بیچارا ڈر گیا۔ وہ جانتا تھا کہ حضرت میاں صاحب ولیٔ کامل ہیں ـــ کہیں بددعا نہ کر دیں۔ چنانچہ اس خوف سے اس نے دوکان خالی کر دی۔

مقدمہ میں جیت

حافظ امین صاحب پر کسی شخص نے جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا ـــــ حافظ صاحب میاں صاحب کے جانے پہچانے آدمی تھے۔ اور آپ ان سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ جس شخص نے مقدمہ کیا تھا وہ میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ میاں صاحب نے اس شخص کے حق میں دعا کر دی ـ حافظ صاحب کو جو پتہ چلا تو بھاگے ہوئے میاں صاحب کے حضور گئے۔ عرض کیا۔ حضرت آپ نے ان کے حق میں دعا کر دی حالانکہ وہ جھوٹے ہیں"۔ فرمانے لگے "بھائی! وہ کیوں جھوٹ بولنے لگے۔ مسلمان بھی کبھی جھوٹ بولا کرتا ہے"۔

حافظ صاحب نے عرض کیا "تو حضرت پھر میں جھوٹ بولتا ہوں ـــ" میاں صاحب نے فرمایا "نہ بھئی! آپ بھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ لیکن اب تو دعا کر دی مقدمہ وہی جیتیں گے"۔ حافظ صاحب نے پھر عرض کیا "حضرت وہ تو صریح جھوٹے ہیں۔ آپ نے یہ کیا غضب کیا"۔ فرمانے لگے "بھائی! میں کیا کر سکتا ہوں۔ اب تو دعا کر دی۔ مقدمہ وہی جیتے گا۔ ہاں آپ سے اتنی رعایت کئے دیتا ہوں۔ آپ اپیل کر دینا جیت جاؤ گے۔ لیکن اس مرتبہ وہی جیتیں گے"۔ چنانچہ حافظ صاحب چلے آئے اور مقدمہ کا فیصلہ حافظ صاحب کے خلاف ہی ہوا۔ بعد میں پھر اپیل ہوئی۔ اور حافظ صاحب کامیاب ہو گئے۔

ملازمت کا نسخہ

ایک شخص محمود اختر نے بیان کیا کہ میں حضرت میاں صاحبؒ کے پاس گیا اور عرض کی "حضرت! کئی دنوں سے بھوکا ہوں۔ ملازمت نہیں ملتی کیا کروں"۔ فرمانے لگے "باہر چلا جا ملازمت مل جائے گی"۔ عرض کیا "حضرت باہر کہاں جاؤں نہ کوئی واقف نہ کوئی سفارش اور نہ کوئی ٹھکانہ ـــ اب رُخ کروں تو کس سمت کا"۔ فرمایا۔ بھائی! رزق تو سفر کرنے سے ہی ملے گا۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں"۔ یہ کہہ کر چار آنے حوالہ کئے اور سفر کی ہدایت فرما دی ـــــ چار آنے لے کر اسٹیشن آیا۔ اُن دنوں مظفرنگر کے دو آنے لگتے تھے دو آنے کا ٹکٹ لے لیا اور دو آنے جیب میں روٹی کے لئے رکھ لئے ـــــ گاڑی مظفرنگر پہنچی تو وہاں نہ کوئی واقف تھا نہ شناسا۔ ناچار گاڑی سے اُتر کر سوچنے لگا۔ کس کو ملوں، کس کے پاس جاؤں اور کیا کروں ـــــ یہی سوچ رہا تھا کہ ایک سپاہی آیا اور کہنے لگا۔ سارجنٹ سامنے بیٹھا ہوا آپ کو بلا رہا ہے۔ میں بہت ڈرا ایک ملازمت نہیں ملتی دوسری یہ کیا مصیبت سر پر آن پڑی ـــ اسی کشمکش و پنج میں سپاہی کے ساتھ وہاں گیا۔ انگریز سارجنٹ کرسی پر بیٹھا تھا۔ کہنے لگا۔ "ویل۔ جوان نوکری کرے گا"۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور فوراً ہی اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ سارجنٹ نے کہا۔ "ہم تمہیں پولیس میں حوالدار بھرتی کرتے ہیں"۔ اور تمہیں اٹھارہ روپے تنخواہ ملا کرے گی۔ (اس زمانہ میں اٹھارہ روپے کی بہت قیمت تھی) اب گھر جاؤ اور سامان وغیرہ

(باقی صـ۱۸ پر)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۱۳ ر ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۷ رمئی ۱۹۶۲ء

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مجلس ذکر کے بعد حسب ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔ (نظر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

اللہ کا رنگ

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (سورۃ البقرۃ پ ۱ رکوع ۱۶)

ترجمہ۔ رنگ اللہ تعالیٰ کا۔ اور کس کا رنگ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے

یہ قرآن مجید کی ایک آیت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ والے شریعت کے رنگ میں بالکل رنگے ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی بھی اُن کے پاس جاتا ہے اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ پھر شریعت اُس کا ظاہر اور روح شریعت اس کا باطن بن جاتی ہے۔ اُس کا حال قال اور قال حال بن جاتا ہے

انسان مرکب ہے دو چیزوں سے روح اور جسم

جس طرح مادی جسم کے کچھ تقاضے اور ضروریات ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح روح کے بھی تقاضے اور ضروریات ہیں۔ اور جس طرح جسمانی عوارض کے لئے دواؤں کی کمی نہیں۔ روحانی بیماریوں کے بھی شافی علاج موجود ہیں۔

دنیا میں جسقدر مذاہب ہیں وہ زندگی کے ظاہری حسن کو نکھارتے ہیں۔ اور اس کی ضروریات کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ کوئی معاشرہ بغیر کسی ضابطۂ حیات کے دنیا میں پنپ نہیں سکتا۔ اور کوئی حکومت دستورالعمل اور قانون کی عدم موجودگی میں ایک دن بھی کام جاری نہیں رکھ سکتی۔

ہر حکومت کے اپنے اپنے قوانین ہیں۔ اور ہر معاشرہ ایک الگ ضابطۂ حیات اپنے اندر رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ بھنگیوں اور چوہڑوں کا بھی ایک دستور العمل ہے۔ ضابطۂ حیات ہے۔ ان کے ہاں بھی رسوم و رواج ہیں۔ شادی یا غمی، نجی لین دین اور دیگر معاملات کے طے کرنے کے طریقے اور اصول ہیں۔ اور باہمی ربط و ضبط کے کچھ قانون انہوں نے بھی مقرر کر رکھے ہیں۔

دنیوی حکومتیں بھی اگر کوئی شخص غلطی کرے۔ کسی کے مال کو غصب کرے چوری کرے، ڈاکہ ڈالے یا کسی کی عزت پر ہاتھ صاف کرے۔ تو اسے قانون کے مطابق ضرور سزا دیتی ہیں مجرموں کا باقاعدہ محاسبہ ہوتا ہے۔

بالکل اسی طرح شریعت اسلامیہ خدائے قدوس کے وضع کردہ قوانین اور حدود کی پابندی انسانوں سے کرانا چاہتی ہے اور جزا و سزا کا ایک ضابطہ اپنے اندر رکھتی ہے۔

کائنات انسانی کے لئے آخری دستور حیات اور لائحہ عمل قرآن عزیز ہے اس کی شرح حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں موجود ہے۔

جو شخص بھی کتاب و سنت کی مخالفت قولاً، فعلاً، اشارۃً یا کنایۃً کسی رنگ میں بھی کرے گا۔ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں مغضوب ہوگا۔ اور دنیا و آخرت میں ہر جگہ خائب و خاسر ہوگا۔ بیشک اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔ اور کوئی اس کی پکڑ سے ہرگز بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ

شریعت اسلامی کے قوانین اور اس کے اصولوں کی اشاعت تعلیم اور حفاظت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دروازہ کے غلام علمائے کرام کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس کا عملی رنگ صوفیائے عظام چڑھاتے ہیں اور قال کو حال بنا دیتے ہیں۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ "رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام"۔

انسان جب اللہ والوں کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ تو روح شریعت اس کا باطن بن کر بہت جلد ترقی کر لیتی ہے۔ اور وہ احسان کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے۔ کہ ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند سوال کرنے کے بعد آخر میں یہ پوچھا "ما الاحسان یا رسول اللہ" یا رسول اللہ احسان کیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ"

ترجمہ۔ احسان یہ ہے۔ کہ تو خدا کی عبادت اس طرح یعنی یہ سمجھ کر کرے۔ کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ (یعنی اُس کے حضور میں حاضر ہے) اور ایسا نہ ہو (یعنی اتنا حضور قلب نہ ہو)، تو اتنا تو ضروری ہے۔ کہ گویا خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

اگر یہ کیفیت انسان میں پیدا ہو جائے۔ کہ وہ ہر لحظۂ حیات میں خدا کو دیکھ رہا ہو اور اگر کسی وجہ سے یہ صورت حال پیدا نہ بھی ہوسکے تو کم از کم یہ خیال اس کا پختہ ہو جائے۔ کہ خدا اسے ہر گھڑی اور ہر آن دیکھ رہا ہے۔ تو پھر اُس سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا بے ایمانی، دھوکا بازی، فریب کاری، لین دین میں بد دیانتی عبادات اور معاملات میں غفلت اور کوتاہی اُس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی۔ بلکہ اس کے برعکس وہ عبادت میں نہایت خضوع، خشوع اور انکساری اختیار کرنے پر مجبور ہوگا

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق دل اور خضوع و خشوع سے کرنا اور حقوق العباد کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی یا غفلت نہ برتنے کا نام ہی احسان ہے۔ جسے بعد میں تصوف کے نام سے تعبیر کیا جانے لگا

تصوف ایمان باللہ ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر میں پختگی پیدا کرتا ہے۔ ایمان بنیاد ہے۔ اعمال کی۔ اگر

انسان میں ایمان نہ ہو۔ تو اس کا کوئی عمل مقبول بارگاہِ الٰہی نہیں ہوگا اسی طرح جو اعمال ظاہری نمود و نمائش دنیوی منافع اور حظوظ نفس کے لئے کئے جائیں وہ بھی مردود ہیں۔ ان کی کوئی وقعت خداوند قدوس کے حضور میں نہیں ہوتی۔ اعمال وہی مقبول بارگاہِ خداوندی ہیں۔ جن میں اخلاص ہو اور جو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے جائیں ایسے ہی اعمال کرنے والے لوگوں کی دنیا قبر، حشر اور آخرت بہتر ہو جاتی ہے۔ اور وہ کامیابی و کامرانی اور فلاح دارین سے سرفراز ہوتے ہیں

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ تصوف انسان کو ہر چیز سے توڑ کر خدا سے جوڑتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی جاودانی کامیابیوں سے ہمکنار کرنے والا ہے لیکن آج اس کے متعلق بھی غلط فہمیاں بعض حلقوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور اسے عجمی سازش کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش بدستور ہو رہی ہیں۔ لیکن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسے بہرحال روشن رہنا ہے۔ ہاں ہم اس مفروضہ تصوف کے حق میں نہیں جو شرک و بدعت اور کتاب و سنت کی خلاف ورزی کے بیج بوتا ہے۔ ایسے تصوف کو تو مٹ ہی جانا چاہئے

تصوف وہی قابل قبول ہے۔ جو کتاب و سنت کے مطابق ہو۔ اور اسی قسم کے تصوف کے نتائج بھی خوش آئند اور بار آور ہوتے ہیں۔ تصوف کو فضول کہنے والے اگر صرف اسی حقیقت پر غور فرمالیں۔ کہ جہاں جہاں صوفیوں کے توسط سے اسلام گیا ہے۔ اور جن جن ممالک میں اللہ والوں کی کثرت رہی ہے۔ وہاں وہاں اسلام کے چراغ آج بھی روشن ہیں۔ اور اپنی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور کر رہے ہیں۔ آپ نے اسپین و غرناطہ اور مغربی ممالک میں بھی اسلام کا حشر دیکھا کہ جہاں اسلام فاتحین کے ذریعہ گیا تھا۔ اور آپ ہند و پاک کے برصغیر میں بھی اسلامی عظمت و شان کا مظاہرہ [illegible] سے [illegible]۔ کہ جہاں کہیں معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے دین کی قندیل روشن کی کہیں علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے دینی روشنی کا مینار نصب کیا اور کہیں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ، اکابر دیوبند اور دیگر کئی بزرگان دین کے انوار روحانی نے فضاؤں کو بقعۂ نور بنائے رکھا۔ اسپین و مغربی ممالک سے دینِ خداوندی کس مپرسی کے عالم میں جلاوطنی اختیار کر چکا ہے لیکن ان ممالک میں جہاں اللہ والوں کے فیوض و برکات پہنچے۔ آج بھی اللہ کے نام کی مشعلیں روشن ہیں۔ تعلیم نبوی کے چراغ جابجا فروزاں ہیں اور ان بزرگان دین کے انمٹ نقوش آج بھی پوری آب و تاب سے چمک رہے ہیں۔

اہل اللہ کی کوششوں اور کاوشوں سے دین حق کا باغ ہرا بھرا نظر آرہا ہے۔ ان کے اخلاص روح پرور نے چمنستانِ اسلام کے اشجار طیبہ کو اس آیت مقدسہ کی تفسیر بنا دیا ہے

کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

گویا وہ ایک پاک درخت ہے۔ کہ جس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخ آسمان میں ہے۔

یہ فیضان ہے۔ اللہ کے برگزیدہ اور جذبۂ احسان سے معمور پاکباز بندوں کا کہ اس گلستان بہار آفرین کو خزاں کے تند و تیز تھپیڑوں کا کوئی خدشہ نہیں۔ یہ چمن سدا بہار ہے اور اپنی مشکبار ہواؤں سے مومنین کے قلوب کو ہمیشہ ترو تازہ اور معطر کرتا رہیگا

اُن نفوس قدسیہ اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی نے کتاب و سنت کا وہ رنگ چڑھایا ہے۔ کہ صدیاں گزرنے پر بھی اس کا اُجلاپن باقی ہے۔ اور انشاء اللہ تا ابد باقی رہے گا۔

نصرانیوں میں بپتسمہ کا دستور تھا۔ انہوں نے ایک رنگ بنا رکھا تھا۔ اور ان کے ہاں یہ رسم تھی۔ کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا اور یا کوئی شخص اگر ان کا مذہب قبول کرتا تو وہ اُسے رنگ میں غوطہ دے کر کہتے "خالصہ پاکیزہ نصرانی ہوگیا ہے"۔ سو اللہ عزوجلہ نے اس بجھوتے سے ٹکڑے میں جو میں نے شروع میں تلاوت کیا فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! کہو کہ ہم نے خدا کا رنگ یعنی دین حق قبول کرلیا۔ اس دین میں داخل ہوکر انسان ہر طرح کی نجاستوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی پلیدی اور ناپاکی سے اُسے رہائی مل جاتی ہے۔ اُسے کمل طہارت اور تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس رنگ میں رنگے جانے کے بعد کسی اور رنگ کی ضرورت اُسے باقی نہیں رہتی اور ان نقوشِ مقدسہ سے وہ عفت و انسانیت کی ایک ایسی نظر افروز اور روح پرور تصویر بن جاتا ہے۔ کہ جس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی غیر مذاہب میں نہیں مل سکتی۔

اے اللہ ہمیں برائیوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارا کامل تزکیہ فرمادے کتاب و سنت کے انوار پھیلا۔ [illegible] ہمیں ہماری دستگیری کر اور ہمیں خالص اپنے رنگ میں رنگنے کے بعد دنیا سے اٹھا یا اللہ ہمیں شرک، کفر، حسد، عجب، ریا، بدعات اور دیگر روحانی بیماریوں سے کمل نجات دے کر ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر فرما اور ہمیں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چل کر کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کی توفیق دے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بقیہ اداریہ صفحہ ۳ سے آگے

اس سلسلہ میں ہم ایک اہم اور مفید مشورہ دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ حکومت نے وزارتوں کا تقرر اسمبلی کے اختیارات سے باہر کرکے جہاں جوڑتوڑ کی مصیبت سے نجات دلا دی ہے وہاں اسے فراخ دلی اور عالی حوصلگی کا ثبوت دیتے ہوئے ممبران اسمبلی کو ملکی نظم و نسق کے معاملات میں وزارتوں کی کارکردگی پر تنقید کا حق بھی ضرور دینا چاہئے۔ تاکہ ایک طرف حکومت کو مفوضہ فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں اپنی کارگذاری کا صحیح اندازہ ہو سکے اور دوسری طرف عوامی نمائندے بھی اپنے اپنے حلقے کا حق نمائندگی ادا کر سکیں۔ ایسا نہ ہونے کی صورت میں یہ عین ممکن ہے۔ کہ وزراء کی کوتاہی پر پردے پڑے رہیں اور وہ اپنے فرائض کی بجا آوری میں غفلت برتنے لگ جائیں — حکومت کو سرکاری ذرائع سے جو اطلاعات ملتی ہیں وہ بسا اوقات راستے میں سبوتاژ کر لی جاتی ہیں یا انہیں توڑ مروڑ کر حسب منشاء بنا لیا جاتا ہے — امید ہے حکومت ہماری اس مفید تجویز پر ہمدردانہ غور فرمائے گی۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح فکر و شعور عطا فرمائے — اسلام کا سچا خادم بنائے۔ اور جذبۂ حُبّ وطن سے سرشار ہو کر کتاب و سنت کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

بقیہ صفحہ ۱۳

روحانی حقائق وانشگاف ہو جائیں گے۔ جنہیں اختیار کرکے وہ اقوام عالم میں اپنے لئے بلند ترین مقام پیدا کر سکتا ہے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے اس سلسلے میں اپنی بیش قیمت تصنیفات خیر کثیر، سطعات، ہمعات اور تفہیمات الٰہیہ میں اتنی سیر حاصل معلومات جمع کر دی ہیں کہ ایک سائنس دان کی پوری تسلی ہو سکتی ہے۔ اور جو سالک اس فن کو سائنٹفک رنگ میں پیش کرنا چاہئے وہ اس تصوف اور جدید سائنس کے مطالعہ کو جمع کر سکتا ہے۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا یہ وہ کارنامہ ہے۔ جس کی تکمیل میں حضرت مولانا احمد علی اعلی اللہ مقامہ ساری عمر لگے رہے۔ ان کی تفسیر قرآن حکیم، ان کی تدریس کتاب اللہ، ان کی تکمیل سلوک سب کا محور یہی انقلابی تصور تھا۔ جس طرح امام غزالیؒ نے اپنے زمانے میں یونانیات کے پھیلائے ہوئے زہر کا مقابلہ انہی حربوں سے کیا تھا۔ جو یونانی علوم و فنون کے ماہر استعمال کرتے تھے ضرورت ہے۔ کہ آج اسلام اور قرآن حکیم کی خدمت کے لئے اور هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ میں معین کردہ مقصد کے حصول کے لئے وہی راہ اختیار کی جائے جس پر مولانا رحمۃ اللہ عمر بھر گامزن رہے، خوش قسمتی سے یہ راہ نامانوس اور نامعلوم نہیں ہے۔ بلکہ اس راہ ہدایت کی ہر منزل کی نشاندہی امام ولی اللہ دہلویؒ کر گئے ہیں

کاش ہمارے صوفیا کرام اور مسلمان سائنس دان اس راہ پر گامزن ہو کر اللہ تعالیٰ کا نام بلند کریں۔ خداوند تعالیٰ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی مجاہدانہ خدمات کے لئے اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان کی زندگی کے مشن کی خدمت کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

بقیہ منے شاہ صفحہ ۱۵ سے آگے

لے آؤ۔" میں نے کہا "صاحب! میرے پاس تو کوئی پیسہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ سامان کیسے لاؤں" — انگریز سارجنٹ نے اُسی وقت حکم دیا کہ نو روپے ان کو پیشگی ادا کر دو۔ تاکہ یہ سامان وغیرہ لے آئے۔ میں نو روپے لے کر خوشی خوشی گھر واپس آیا۔ چار آنے کی جلیبیاں سینی میں رکھ کر میاں صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا حضرت! ملازمت مجھے مل گئی بہت خوش ہوئے اور کہا دیکھو میں نہیں کہتا تھا، ملازمت کرنی ہو تو باہر جاؤ"۔

وفات کا واقعہ

مولانا یٰسین صاحب (حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کے فارسی کے استاد) راوی ہیں کہ جب حضرت منے شاہ صاحبؒ وفات پا گئے تو ان کو غسل دینے کے لئے پھٹے پر ڈالا گیا۔ جونہی انہیں پھٹے پر لٹایا گیا آپ یکدم کھلکھلا کر ہنسے اور خاموش ہو گئے۔ اسی طرح کفن میں لپیٹنے کے بعد بھی جب منہ دیکھنے کے لئے کفن رُخِ انور سے ہٹایا گیا۔ آپ کھلکھلا کر ہنسے۔ مولانا یٰسین صاحب اور کئی دیگر حضرات نے بچشم خود اس امر کا نظارہ کیا۔

یہ واقعات سنا کر قاری صاحب فرمانے لگے۔ بھائی! دیوبند کی بنیاد ایسے اہل اللہ کے ہاتھوں رکھی گئی تھی — پھر بانئ دارالعلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا خلوص اور اکابر دیوبند رحمہم اللہ علیہم کا جذبۂ ایثار و للہیت اس پر مستزاد۔ اب آپ ہی فرمایئے۔ جس مدرسہ کی تعمیر میں ایسے ایسے اہل اللہ نے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہو وہ چمنستان کیوں نہ پھلے پھولے اور سرسبز و شاداب رہے۔

ارشادات نبوی

۱۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا کہ جب سے خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ اس شہر کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کی حرمت قیامت تک قائم ہے۔ نہ اس میں کوئی خاردار درخت کاٹا جائے۔ نہ اس میں کوئی جانور ڈرایا جائے۔ نہ یہاں کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے۔

۳۔ حضرت عباس ابن ابی ربیعہ مخزومیؓ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تک یہ امت حرم مکہ کی پوری طرح تعظیم کرتی رہے گی۔ اس وقت تک اس کو تنزل نہیں ہوگا۔ جس وقت اس کی تعظیم چھوڑ دے گی اس وقت سے تنزل شروع ہوگا۔ جو اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔

(مشکوٰۃ باب حرم کعبہ)

۴۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کی نماز اپنے گھر میں ایک ہی نماز کے برابر ہوگی۔ اور محلہ کی مسجد میں ۲۵ نمازوں کے برابر۔ جامع مسجد میں ۵۰۰ نمازوں کے برابر اور مسجد اقصیٰ میں ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر اور اس میری مسجد میں ۲۵ ہزار نمازوں کے برابر اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر۔

(مشکوٰۃ

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَلْتَمِسُ مَرْضَاۃَ اللّٰہِ فَلَا یَزَالُ بِذٰلِکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِجِبْرِیْلَ اِنَّ فُلَانًا عَبْدِیْ یَلْتَمِسُ اَنْ یُّرْضِیَنِیْ اَلَا وَاِنَّ رَحْمَتِیْ عَلَیْہِ فَیَقُوْلُ جِبْرِیْلُ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی فُلَانٍ وَیَقُوْلُھَا حَمَلَۃُ الْعَرْشِ وَیَقُوْلُھَا مَنْ حَوْلَھُمْ حَتّٰی یَقُوْلَھَا اَھْلُ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ ثُمَّ تَھْبُطُ لَہٗ اِلَی الْاَرْضِ

(رواہ احمد)

ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا جب بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش رکھتا ہے اور اس تلاش میں لگا ہی رہتا ہے۔ تو اللہ عزوجل جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔ فلاں میرا بندہ مجھے راضی کرنے کی تلاش میں ہے۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میری رحمت اس کے لئے ہو چکی، یہ سن کر جبرئیل علیہ السلام آواز لگاتے ہیں کہ فلاں شخص پر خدا کی رحمت ہے اس کے بعد حاملین عرش یہی نداء دیتے ہیں۔ پھر آس پاس کے فرشتے یہی کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمان والے یہی کہتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے لئے اہلِ زمین (کے قلوب) میں رحمت پیدا ہو جاتی ہے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیاہے

(۲) عَنْ عَامِرِ الرَّامِ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَہٗ یَعْنِیْ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَیْہِ کِسَاءٌ وَّفِیْ یَدِہٖ شَیْءٌ قَدِ الْتُفَّ عَلَیْہِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَرَرْتُ بِغَیْضَۃِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِیْھَا اَصْوَاتَ فِرَاخِ طَائِرٍ فَاَخَذْتُھُنَّ فَوَضَعْتُھُنَّ فِیْ کِسَائِیْ فَجَاءَتْ اُمُّھُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلٰی رَاْسِیْ فَکَشَفْتُ لَھَا عَنْھُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَیْھِنَّ فَلَفَفْتُھُنَّ بِکِسَائِیْ فَھُنَّ اُولَاءِ مَعِیَ قَالَ ضَعْھُنَّ فَوَضَعْتُھُنَّ وَاَبَتْ اُمُّھُنَّ اِلَّا لُزُوْمَھُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَعْجَبُوْنَ لِرُحْمِ اُمِّ الْاَفْرَاخِ فِرَاخَھَا فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ اللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ اُمِّ الْاَفْرَاخِ بِفِرَاخِھَا اِرْجِعْ بِھِنَّ حَتّٰی تَضَعَھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَخَذْتَھُنَّ وَاُمُّھُنَّ مَعَھُنَّ فَرَجَعَ بِھِنَّ

(رواہ ابوداود)

عامر رامؓ روایت فرماتے ہیں کہ ہم آپ کی خدمت میں (راوی تفسیر کرتا ہے) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ۔ ایک شخص آیا اس پر ایک کملی تھی ۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جو اس میں لپیٹ رکھی تھی ۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں جھاڑیوں میں گزرا۔ تو مجھے پرندوں کے بچوں کے بولنے کی آواز آئی میں نے اُن کو پکڑ لیا اور اپنی کملی میں رکھ لیا۔ ان کی ماں آئی اور میرے سر پر گھومنے لگی۔ میں نے کملی بچوں کے اوپر سے ہٹا دی۔ وہ بچوں پر آ پڑی میں نے سب کو لپیٹ لیا اور وہ سب میرے ساتھ یہ موجود ہیں آپ نے فرمایا ان کو نیچے رکھ دو میں نے رکھ دیا ان کی ماں ان سے پھر جدا نہ ہوئی آپ نے فرمایا کیا تم اس ماں پر اپنے بچوں کی اس محبت سے تعجب کر رہے ہو اس ذات کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے جتنی اس کو اپنے بچوں سے محبت ہے خدائے عزوجل کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے جاؤ اور جہاں سے تم نے ان بچوں کو پکڑا ہے وہیں رکھ آؤ۔ اور ان کی ماں کو بھی ان کیساتھ لے جاؤ وہ شخص ان سب کو لے کر واپس چلا گیا۔ (اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے)

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ عام مقبولیت و نفرت اسباب کا ثمرہ نہیں خالق کی قبولیت و نفرت کا نتیجہ ہے۔ اسی لئے مثل مشہور ہے صدائے خلق کو نقارہ خدا سمجھو قرآن کریم نے یہ اصول ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا — جو لوگ ایمان لائے ۔ اور نیک عمل کئے ان کے لئے رحمٰن ضرور محبت پیدا کرے گا

(۲) یہ انبیاء علیہم السلام کا انداز تعلیم ہے کہ بچوں کے کھیل تماشہ میں یہاں ذات و صفات کے عمیق مسائل ایسے پرتاثیر طریقہ پر ذہن نشین کر دیئے جاتے ہیں کہ پھر وہ فطرت کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ اور کسی غور و خوض تکلف و تصنع کے محتاج نہیں رہتے جس طرح ماں کی محبت ایک بدیہی اور یقینی حقیقت ہے۔ وہ خدا کی محبت کا ایسا ہی یقین پیدا کر دیتے ہیں۔ اور اسی لئے ایمانی عقائد میں وہ کیف و سرور اور لذت و مسرت محسوس ہونے لگتا ہے۔ جو فطری احساسات میں ہوا کرتا ہے۔

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ر ستمبر ۱۹۵۶ء

ایجنٹ حضرات کی فوری توجّہ کے لئے

ایجنٹ حضرات پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ وقال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرانا شروع کیا تھا۔ کوئی تجارتی غرض یا دنیوی طمع اس سے مقصود نہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص و عوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اس کی قیمت چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ بحمد اللہ حضرت اقدس کے خلوص نیّت اور جذبہ للہیت کے باعث اس وقت پرچہ کی اشاعت پندرہ ہزار سے زائد ہے جو دونوں ملکوں پاکستان اور بھارت میں کسی بھی ہفت روزہ سے کہیں زیادہ ہے لیکن چونکہ کتاب و سنت کے خلاف اشتہار شائع کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے، صرف پرچہ کی فروخت سے کتابت، طباعت، سٹاف کی تنخواہ وغیرہ کا انتظام بمشکل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل سب کے لئے سامانِ عبرت ہونا چاہئے۔ کہ آپ آخری دم تک اپنے پرچہ کی رقم چار آنے بھی اپنی گرہ سے ادا کرتے رہے۔

چنانچہ تمام ایجنٹ حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے بقایاجات زیادہ سے زیادہ ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۶۲ء تک ادا کر دیں۔ ورنہ یکم جون سنہ ۱۹۶۲ء کے بعد پرچہ کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔ اور بقایاجات کی وصولی کے لئے چار و ناچار ہمیں تادیبی کاروائی کرنا پڑے گی۔ (منیجر)